مسلسل اشاعت کے سال تینتالیس

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

515
رجب ۱۴۲۹ھ
جولائی 2008

ماہنامہ الحق

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

○ موتمر المصنّفین کی عظیم علمی تاریخی پیشکش ○

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ، کے درسی افادات کا عظیم شاہکار

زین المحافل

شرح

الشمائل للترمذی

ضبط و ترتیب : مولانا اصلاح الدین حقانی

تحشیہ و تخریج : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

شمائل ترمذی کی دلنشین تشریح، خصائل نبوی پر عاشقانہ اور حکیمانہ گفتگو، علمی، ادبی اور فقہی تحقیقات، تفصیلی درسی افادات، اختلافی مسائل میں اعتدال اور قول فیصل، بعض معرکۃ الآراء مباحث پر فقیہانہ کلام، مستند حوالہ جات اور تحقیقی تعلیقات، نقدِ احادیث کے نادر مباحث کا ذخیرہ، حالاتِ حاضرہ پر انطباق اور سیر حاصل تبصرے، بعض علمی اشکالات کے محققانہ جوابات، راویانِ حدیث کے بقدرِ ضرورت مستند تذکرے۔

الغرض عشقِ رسول ؐ کے ولولوں سے معمور تحریریں، اندازِ بیان عام فہم اور سادہ، اساتذہ، طلبہ اور عامۃ المسلمین کے لئے نادر علمی تحفہ۔ گیارہ سو صفحات پر مشتمل یہ علمی سوغات دو جلدوں میں منظر عام پر آ گئی ہے۔

قیمت -/750 روپے

ناشر :

موتمر المصنّفین، دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

Ph:0923-630435

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ۔۔۔۔ 43
شمارہ نمبر ۔۔۔۔ 10
رجب ۔۔۔ ۱۴۲۹ھ
جولائی ۔۔۔ ۲۰۰۸ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: سرحد حکومت اور عسکری قوتوں کے درمیان نئی جنگ کا انجام کیا ہوگا؟ .... راشد الحق سمیع ۲

حرمین الشریفین میں پینتالیس سال قبل میری پہلی حاضری۔ (۵) مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۴

اولاد کی تربیت و اخلاق و ترویج اور محبت میں اعتدال ...... مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ ۲۴

قرآن عظیم کی آفاقیت اور اس کا فلسفہ کائنات .... مولانا سعید الرحمٰن ندوی ۳۱

تہذیبوں کے عروج و زوال میں علم کا کردار .... حضرت مولانا عیسیٰ منصوری ۴۱

مسلم امہ کی احیاء اور اسلامی معاشرے کی تشکیل! کیسے؟ .... حافظ حقانی میاں قادری ۴۸

انسانی اعضاء کی پیوند کاری اسلام کی نظر میں .... مولانا مفتی مختار اللہ حقانی ۵۱

دار العلوم کے شب و روز (دار العلوم کے جلسہ دستار بندی و تقریب ختم بخاری شریف' دار العلوم کے سالانہ امتحانات' دار العلوم کے نئے احاطہ امام بخاریؒ کا سنگ بنیاد' جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس' مہتمم صاحب کے بیرون ملک اسفار' دار العلوم میں دانشوروں اور صحافیوں کی آمد۔

دار العلوم کیلئے تعلیمی سال کا شیڈول .... جناب شفیق الدین فاروقی ۵۹

تعارف تبصرہ کتب .... ادارہ ۶۲

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

ناشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

سرحد حکومت اور عسکری قوتوں کے درمیان نئی جنگ کا انجام کیا ہوگا؟

بدقسمت ارض وطن کا چپہ چپہ آگ وخون اور بدامنی کا کافی عرصہ سے شدید شکار ہے لیکن خصوصاً صوبہ سرحد کے لہلہاتے کھیت، سرسبز میدان، خوبصورت کوہسار اور بدقسمت باسی ان دنوں شدید ترین بحرانوں کی زد میں ہیں۔ ہر صبح کا سورج ان کے لئے ایک نئی آزمائش اور ایک نئی مصیبت کا پیغام لے کر طلوع ہو رہا ہے۔ بدامنی، اقتصادی ومعاشی ابتری اور آئے روز کے فوجی آپریشن اور بم دھماکوں نے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ ۱۸ر فروری کے الیکشن کے بعد عوام یہ سمجھ رہے تھے کہ اب پرویزی دور کی سیاہ رات ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گی اور پاکستان اپنی آزاد وخودمختار حیثیت کو پھر سے بحال کر کے دنیا کے سامنے ایک آزاد مملکت سے دوبارہ سرگرم عمل ہوجائے گا۔ لیکن افسوس کہ ہم غلامی کے ایک اور تاریک تر دور میں دوبارہ داخل ہوگئے ہیں اور دور دور تک نئے حکمرانوں کے ہاتھوں صبح امید کے آثار وقرائن نظر نہیں آرہے، اور لوگ مایوسی کی طرف واپس ہو رہے ہیں۔ ؎ کوئی امید بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی

صوبہ سرحد میں اے این پی جو اپنے طور پر عدم تشدد کے فلسفے کی علمبردار جماعت کہلانا پسند کرتی ہے اور ابتداء میں اس نے فوجی آپریشنوں کی بجائے طالبان اور دیگر مسلح گروپوں سے مذاکرات کامیابی سے کئے بھی اور اس کیساتھ ساتھ انہوں نے معروف دینی تحریک کے روح رواں اور قائد مولانا صوفی محمد کو جذبہ خیرسگالی کے طور پر رہا بھی کیا جسکے نتیجہ میں صوبہ سرحد کے مصیبت زدہ لوگوں کو اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ نئی حکومت ہوسکتا ہے کہ امن وامان کے قیام کیلئے کوئی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرے، لیکن یہ سب کچھ اس وقت خوفناک منظر میں بدل گیا جب ہنگو کے علاقے میں خوفناک فوجی آپریشن شروع کیا گیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے سوات میں بھی ان دنوں دونوں فریقین کے درمیان جنگ شروع ہوگئی ہے جسکے نتیجہ میں اب تک درجنوں افراد دونوں طرف سے قتل کئے گئے۔ حکومت عسکریت پسندوں (جنہیں جان بوجھ کر طالبان کا نام دیا جاتا ہے) اور وہاں کے مقامی مسلح افراد کے خلاف وحشیانہ طاقت استعمال کر رہی ہے، جسکے نتیجہ میں بے گناہ عام شہری اور انکی کروڑوں کی املاک بھی ضائع ہو رہی ہیں۔ کاروباری صورتحال پہلے ہی عرصہ دراز سے وہاں پر دگرگوں تھی اب نئی جنگ کے باعث یہ حسین وادی ایک بار پھر آگ وخون میں دھکیل دی گئی ہے۔ دونوں فریقین ایک دوسرے پر معاہدوں کی خلاف ورزی کا الزام لگا رہے ہیں اور نفرت وانتقام کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا ہے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ حالات اور امن وامان کی صورتحال پہلے کی نسبت قدرے بہتر تھی اچانک ان میں تیزی وزیراعظم کے دورہ امریکہ سے پہلے شروع ہوگئی اور پھر دورۂ امریکہ کے دوران ہی امریکیوں نے

میزائل داغے اور بمباری کی اور پاکستان نے بھی فوجی آپریشن شروع کر دیا۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ جب بھی امریکی عہدیدار پاکستان آتے ہیں یا پاکستانی حکمران امریکی آقاؤں کے دربار میں سجدہ ریز ہونے کیلئے جاتے ہیں تو کچھ پاکستانیوں کے خون کی قربانی اس مقصد کے حصول کیلئے ضرور دی جاتی ہے۔امریکی طیارے آئے روز پاکستانی حدود میں آ کر جس جگہ کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں آرام سے درجنوں افراد کو بمباری کے ذریعہ شہید کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔کوئی روک ٹوک پاکستانی فوجیوں اور حکمرانوں کی جانب سے نہیں ہے۔ پاکستانی قوم کی بدقسمتی اور بدنصیبی اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ ان کے اپنے ہی لیڈر اور حکمران ان کے خون کے پیاسے اور ان کے مقدر کے سوداگر ہیں۔ پیپلز پارٹی اور اس کے اتحادیوں نے بھی ان کے زخموں میں مرہم کے بجائے بارود اور آگ دوبارہ بھر دی ہے۔ ہماری ناقص نظر میں مستقبل قریب میں صوبہ سرحد کو خصوصاً ایک بڑی خطرناک جنگ کے شعلوں میں دھکیلنے کی سازشیں پوری طرح تیار ہو چکی ہیں۔ جنگ کے شعلے جو فاٹا کے سات ایجنسیوں میں بڑھکائے گئے تھے اب آہستہ آہستہ سیٹل ایریا میں بھی منتقل ہو گئے ہیں' امریکہ کے نئے صدارتی امیدوار باراک اوباما جو کہ پاکستان اور خصوصاً صوبہ سرحد اور اسکے فاٹا کے علاقوں میں براہ راست آپریشن پر بار بار اپنے خبث باطن کا اظہار کر رہے ہیں' اپنے شیطانی ایجنڈے پر عمل درآمد کے اعلانات کر رہے ہیں۔ پھر سیاسی وانتظامی امور کے ناوارد وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے یہ کہہ کر اس کیلئے زمین بھی ہموار کر دی ہے کہ ''دوسرا نائن الیون کا واقعہ اگر امریکہ میں ہوا تو اس کی ذمہ داری اور اس کی تمام تیاری ہمارے صوبہ سرحد اور فاٹا کے علاقوں میں ہوگی اور غیر ملکی جنگجو اور القاعدہ کی اہم قیادت فاٹا کے قبائلی علاقوں میں روپوش ہے۔'' کیا کوئی بھی ذی العقل انسان اور حکمران اس قسم کا غیر دانشمندانہ بیان دے سکتا ہے؟ ضرور اسکے پیچھے کوئی بہت بڑی سازش پنہاں ہے۔ جسکے کچھ ''نتائج'' امریکی یاترا کے فوراً بعد صوبہ سرحد کے باسی بھگتنا شروع ہو گئے ہیں۔ معلوم نہیں کہ پاکستانی قوم اور خصوصاً صوبہ سرحد کے عوام کا مستقبل کیا ہوگا؟ اے این پی کی بھی امریکی آقا سے رسم وراہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں اور اسکے ساتھ ساتھ ایم ایم اے کا کردار جو پہلے بھی متنازعہ تھا اور موجودہ نازک صورتحال میں اسکی قیادت کی سرگرمیاں متنازعہ بیانات اور مغربی دورے مزید شکوک وشبہات کا باعث ہو گئے ہیں۔ اسکے علاوہ باقی مذہبی قیادت بھی جو ایم ایم اے کی سازشوں اور کرتوتوں کی وجہ سے حیران وششدر ہے اور کسی راہ نجات کی تلاش میں ہے۔ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کی اعلیٰ قیادت بیرون ملک عیش وطرب کے دن گزار رہی ہے اور مرکزی حکومت اپنی نااہلیت کے باعث شدید افراتفری اور بدانتظامی کا شکار ہے اور اپنی بقاء کا راز امریکہ کی غلامی اور سابقہ خارجہ پالیسیوں میں تلاش کر رہی ہے اور باقی وزراء اور اراکین پارلیمنٹ کو اپنے اپنے ''دھندوں'' سے ہوش نہیں۔ وادی تیہ میں حیراں وسرگرداں پھنسے کارواں کیلئے کوئی رہنما اور کوئی مسیحا دور دور تک نظر نہیں آتا۔ لگتا ہے کہ پاکستانی قوم کا کوئی والی وارث اور حکمراں شروع سے ہے ہی نہیں۔ ایسے مایوس کن حالات میں صرف اور صرف اللہ رب العزت سے ہی امن وسلامتی کی التجا ودعا ہے۔

وطن کی فکر کر ناداں قیامت آنے والی ہے ۔۔۔ تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

قسط نمبر (۵) رشحاتِ قلم: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

حرمین الشریفین میں میری پہلی حاضری

پینتالیس سال قبل سفرحج کے احوال ومشاہدات لکھی گئی ڈائری کے اوراق

وصالِ محبوبؐ کے صبح وشام : مدینہ کی روح پرور بہاریں

پینتالیس سال قبل میری پہلی حرمین الشریفین حاضری کے سلسلہ میں مارچ کے شمارہ میں حرمین الشریفین سے میرے بھیجے ہوئے خطوط اور جواب میں حضرت والد ماجد قدس سرہ کے والا نامے شائع ہوئے ہیں جس سے قیام حرمین کے حالات پر اجمالی روشنی پڑتی ہے۔ قارئین نے اسے بے حد پسند کیا' سفر کے دوران ایک چھوٹی سی جیبی ڈائری میں ضروری حالات روزنامچہ کی شکل میں نوٹ کرتا رہا مگر وہ ڈائری تلاش کے باوجود نہیں مل رہی تھی' مارچ کے شمارہ میں سفر حج کی مراسلاتی رپورٹ پڑھ کر کسی اللہ کے بندہ کی دعا قبول ہوئی اور گمشدہ ڈائری کاغذوں کے انبار سے مل گئی اور آج الحمدللہ اس ڈائری کے نوٹس نذر قارئین کئے جارہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت ۲۴۔۲۵ سال کے عمر میں احساسات میں نہ وہ پختگی تھی نہ تاثرات میں گہرائی جبکہ تحریر کا بھی کوئی تجربہ نہیں تھا نہ اس کی اشاعت کا تصور تھا' ڈائری کے ایک ہی صفحہ پر یادداشت کو محدود کرنا پڑتا' پینتالیس سال کے بعد اب وہ نقشے بدل گئے اصاغر' اکابر اور اکابر اپنے وقت کے آئمہ رشد وہدایت بن گئے ہیں' وسائل انتہائی محدود اور سہولتیں عنقا تھیں مگر میں انہی نقوش اور مناظر کو تقریباً نصف صدی بعد اپنے قارئین کو دکھانا چاہتا ہوں اس لئے ڈائری میں جو کچھ لکھا گیا۔ ہے وہ حک واضافہ اور ترمیم کئے بغیر اصل شکل میں پیش ہے۔ کسی ضروری تشریح اور توضیح کو حاشیہ میں رکھا گیا ہے۔ [(مولانا) سمیع الحق]

۲۸ رفروری جمعۃ المبارک : حضرت مولانا شیر محمد سندھی (۱) کے ہاں گیا' تحفہ میں پشاور سے آئی ہوئی سبز چائے پیش کی' محبت سے قبول فرمائی اپنے نسخہ زبدۃ المناسک کی تصحیح ان کے مسودات اور انکے نسخہ سے کی' مولانا نے اپنے

---

(۱) مولانا شیر محمد ابن سید محمد عارف شاہ گھوٹکی ضلع سکھر کے باشندہ تھے' ۱۳۷۲ میں حرمین حاضر ہوکر وہیں کے ہوکر رہے' انہوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی کے حج کے بارہ میں جامع ترین کتاب زبدۃ المناسک کو اپنی تحقیق تخریج تکمیل مسائل اور توضیح وتنقیح کا محور بنایا' یہ کتاب اولاً قرۃ العینین کے نام سے موسوم تھی' مولانا زندگی بھر مناسک حج وعمرہ کے مسائل کے بقول انکے کاتنے اور بُننے میں لگے رہے' اپنے وقت کے اس ولی کامل نے دنیا کی نظروں سے اپنے آپکو چھپائے رکھا۔ یہ کتاب ۱۳۸۱ھ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ نے اپنے ادارہ سے شائع کی اور لکھا کہ یہ کتاب مناسک میں سب سے زیادہ مستند اور معتمد ہے اور جامع بھی' اور اس سے زیادہ کوئی ایسی مستند کتاب نہیں۔ اس کراچی کے مطبوعہ نسخہ میں اغلاط تھیں جو میں نے مولانا سندھی کے نسخہ سے انکی موجودگی میں صحیح کروائیں اور غالباً دارالاشاعت کراچی نے اگلے ایڈیشن میں میرے نسخہ سے تصحیح کروائی۔ مولانا بدر عالم نے لکھا ہے کہ میں مولانا کو حج کے مسائل میں امام مانتا ہوں۔

ہاتھ سے بھی میرے نسخہ میں دو چار جگہ تصحیح کی اور کتاب کے پہلے خالی صفحہ پر دستخط بھی فرمائے۔ جمعہ کی نماز کا وقت قریب تھا کام غیر مکمل چھوڑ کر مسجد چلا آیا۔ شیخ عبدالعزیز بن صالح نے حسب معمول جمعہ کا خطبہ دیا' پچھلے جمعہ وہ موجود نہیں تھے بعد از نماز مولانا عبدالغفور عباسی مدظلہ کی دعوت پر مع رفقاء ان کے مکان گئے' کھانے سے قبل اور بعد میں ایک عجیب عارفانہ روحانی اور معلوماتی مجلس رہی' مولانا نے اپنے بعض اسفار حج' تعلق مع اللہ اور تصوف وسلوک پر روشنی ڈالی

مولانا حسن شاہ مہاجر مکی: مولانا حسن شاہ مہاجر مکی مرحوم (۱) کے حالات سنائے۔ کتاب غنیۃ الناسک دکھائی اور اسکے ٹائٹل کو پڑھا ان سے اپنی ملاقاتوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں دو دفعہ انکا سلام مدینہ طیبہ لاکر مواجہ شریف میں پیش کر چکا ہوں' آخری سلام بھیجنے کے بعد انکا جلد انتقال ہو گیا' میں نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کے بارہ میں ان سے پوچھا تو فرمایا: بحرم رسیدہ خواھد الخ اور رونے لگے تھے پھر انکے احوال مناقب اور فضائل بیان کئے

مولانا سیف الرحمان فتح پوری: مولانا نے اس مجلس میں مولانا سیف الرحمٰن فتح پوری مرحوم (۲) کے مجاہدانہ کارناموں اور انکے تبلیغی انہماک کا ذکر کیا' انہوں نے مسجد کے قالین پر تصویروں کے بارہ میں وقت کے حاکم کو عجیب انداز میں تبلیغ کی تھی۔ عرفات میں نماز ظہر کے بارہ میں ائمہ وقت کی اقتداء شاہی مہمان خانہ میں شاہی چھڑکاؤ کا مجذوبانہ نعرہ اور مولانا کے دوسرے اثر انگیز حالات بیان کئے۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ کی مدینہ آمد: مولانا نے فرمایا کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ دو دفعہ یہاں آئے' میں نے استنبول کا ایک تولیہ ان کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ انکے صاحبزادے مولانا انور (۳) نے بتلایا کہ ہم نے تذکاراً لک (تمہاری یاد کی نشانی) کے طور پر اسے دیوار پر لٹکا دیا ہے۔ مجلس میں بار بار حضرت والد ماجد کا بھی ذکر کرتے رہے اور فرماتے کہ مولانا تو میرے محبوب ہیں۔ میں ہر جگہ انکے مدرسہ کا ذکر کرتا ہوں۔ عصر سے قبل یہ مجلس برخواست ہوئی۔ بین المغربین میں قدرے سو گیا۔ طبیعت میں سخت گرانباری تھی' بعد از مغرب حضرت والد ماجد وغیرہ کو خطوط لکھے۔

یکم مارچ یوم السبت : صبح جامعہ اسلامیہ گیا' جامعہ میں لاہور پنجاب کے ایک مجذوب کا آیا ہوا خط دیکھا جو حضور اقدس ﷺ کے نام لکھا گیا تھا' اور اس میں چار امانتوں کا ذکر تھا____ پانچ بجے عربی ٹائم تک کچھ خطوط لکھے۔ پانچ بجے شیخ البانی کی شرح مصطلح الحدیث کے درس میں شرکت کی۔ دوپہر جامعہ سے واپس ہوئے بعد از عصر عبداللہ کا خیل

---

(۱) مولانا مرحوم حضرت مولانا گنگوہی کے اجلہ تلامذہ میں سے ہیں' اور مناسک حج سے متعلق غنیۃ الناسک کے مصنف ہیں۔

(۲) تحریک ریشمی رومال اور آزادی ہند کے عظیم مجاہد مولانا عبیداللہ سندھی کے رفیق کار شیخ الہند کے سپاہی' افغانستان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔

(۳) جانشین شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انورؒ

کے ایک شامی دوست طالب علم کی عیادت کرنے مستشفی الملک (شاہی ہاسپٹل) گئے۔ علاج معالجہ مفت اور انتظام بظاہر بہت بہتر تھا۔

ترکی عہد کا ریلوے اسٹیشن: وہاں سے باب العنبر یہ گئے' مدینہ منورہ کے قدیم ترکی عہد کا ریلوے سٹیشن دیکھا' ڈبے اور انجن مرے ہوئے بھینسوں کی طرح جگہ جگہ الٹے پڑے تھے اور پٹڑی ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔ خلافت کے دور اور انگریزوں کی ریشہ دوانیوں اور خلافت کے خلاف سازشوں کا نقشہ آمنے آتا رہا' اور بے حد افسوس اور دکھ ہوتا رہا۔ تلک الایام نداولها بین الناس .

باب العنبر یہ سے مدینہ آتے ہوئے راستہ میں ترکی وضع کی قدیم بڑی بڑی بوسیدہ عمارتیں دیکھیں جس میں حکومت کے مختلف شعبے کام کرتے ہیں۔ باب العنبر یہ کی کازینو الطیبۃ کے کھلے اور شاندار پارک میں کچھ دیر بیٹھ کر لطف اندوز ہوتے رہے۔

مسجد سقیا: یہاں مسجد سقیا (۱) بھی دیکھی' کراہۃ وقت کی وجہ سے نفل نماز تو نہ پڑھ سکے مگر مسجد کے اندر داخل ہو کر دعا مانگی' یہ مضبوط اور بڑے بڑے پتھروں کی باوقار عمارت ہے۔

عیسائی انجینئر کی خباثت: عبداللہ کاکاخیل صاحب نے اپنے استاذ شیخ عطیہ (۲) کے حوالہ سے یہ افسوسناک واقعہ سنایا کہ تعمیر مسجد کے عیسائی انجینئر نے اپنی خباثت کا اظہار کرتے ہوئے اس کی دیواروں میں جگہ جگہ چنائی میں صلیب چھپا کر رکھ دیا تھا ___ شام کو نماز مغرب مسجد نبوی میں آ کر پڑھی۔

۰۲ رمارچ اتوار:

صبح جامعہ گئے۔ صرف شیخ البانی کے درس سبل السلام میں شرکت کی بدعت کے موضوع پر البانی صاحب کا لیکچر سنا اور اس کے نوٹس اپنی کاپی میں لئے پھر ساتھیوں کے کمرہ میں دیوان الانشاء کا مطالعہ کرتا رہا ایک نیپالی دوست سے مقالات کوثری کا نسخہ مطالعہ کے لئے ملا۔

علامہ زاہد کوثری: میں عرصہ سے شیخ کوثری کے بعض مضامین اور کتابیں پڑھنے کا مشتاق تھا۔ مولانا بنوری اور مولانا نافع گل برادرم عبداللہ سے اور ایک دو کتابوں میں بھی کوثری صاحب کے حالات اور واقعات سنے تھے' اور متاثر

---

(۱) وادی عقیق کے راستہ میں واقع اس کنویں پر بدر جاتے ہوئے حضورﷺ نے قیام فرمایا تھا اور نماز بھی ادا فرمائی' ایک دفعہ حضرت علیؓ کے مطابق تو یہاں پہونچ کر حضورﷺ نے پانی طلب کر کے وضو فرمایا اور حرم مکہ کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعائے برکت کی طرح اہل مدینہ کے لئے اس سے دگنی برکتوں کی دعا مانگی۔ یہاں عنبر یہ ریلوے اسٹیشن کے اندر قبۃ الروس کے نام سے ایک قبہ ہے' علامہ سمھودیؒ نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد اسے دریافت کیا اور زمین میں مدفون بنیادوں کو پالیا اور انہی بنیادوں پر بعد میں اس کی تعمیر ہوئی (تاریخ مدینہ وفاء الوفاء) (۲) شیخ محمد عطیہ سالم مصری جامعہ کے سرکردہ اساتذہ میں سے تھے' انہوں نے اپنے شیخ اور استاذ محمد امین الشنقیطی کی تفسیر اضواء البیان فی ایضاح القرآن کو مکمل کیا' مدینہ منورہ کے قاضی بھی رہے۔

ہوا تھا، گو ابھی پڑھنے کا موقع نہیں ملا مگر مذہبی پختگی اور حنفیہ کی حمایت میں کوثری صاحب کے تبحر اور تجلد کا عقیدت مند ہوں، آج سے بہت پہلے طالب علمی میں علامہ کی امام ابوحنیفہ کی حمایت میں خطیب بغدادی کی رد میں تانیب الخطیب کا نسخہ بڑے اشتیاق سے کسی سے حاصل کیا تھا۔ گو زیادہ سمجھ نہیں آئی مگر اس کی عبارتوں سے محظوظ ہوا تھا۔

<u>ایک لبنانی دوست کی نظر میں ترجیح حنفیت کے وجوہ:</u> بعد از عصر ہماری رہائش گاہ پر لبنانی طالب علم فاروق صاحب تشریف لائے۔ طرابلس کے رہنے والے عجیب لطائف وغرائب کے آدمی ہیں۔ انتھک محنتی اور نہایت لاابالی قسم کے انسان، پہلے غیر مقلد تھے، مگر ماحول زیادہ تر حنفیت کا ملا، متاثر ہو کر حنفیت اختیار کی۔ میں نے وجہ ترجیح پوچھی تو کہا کہ ایک تو حنفیت کو عملی طور پر صدیوں خلافت عباسیہ اور خلافت عثمانیہ میں ترویج اور تطبیق کا موقعہ ملا، دوسرا یہ کہ اس کا مدون ومرتب یا مؤسس کوئی فرد واحد نہیں بلکہ ایک مشاورتی جماعت اور پارلیمنٹ تھا۔ مشوروں سے کام ہوا، جبکہ دوسرے مذاہب کا اساس ایک شخص اور اس کی ذات ہے ___ مغرب سے کچھ قبل حضرت مولانا کے ہاں جا کر مجلس میں شرکت کی۔ حضرت والد ماجد اور مولانا سلطان محمود ناظم صاحب کا سلام پیش کیا ہے، بے حد خوش ہوئے اور بار بار سلام بالوف الکرام کی تاکید کرتے رہے۔

<u>والد ماجد کا اولاد سے متواضعانہ انداز تخاطب:</u> کل والد ماجد کا خط بعد از شام برادرم حسن جان صاحب نے ڈاکخانہ سے لاکر دیا تھا۔ محبت شفقت اصاغر نوازی بلکہ ذرہ نوازی دعاؤں محبتوں اور شفقتوں نصائح سے بھرپور خط تھا۔ کسی والد (۱) نے اولاد اور بچوں کو خط میں اتنا متواضعانہ انداز اختیار نہیں کیا ہوگا' یہ انکی انسانی عظمت وبلندی کی ایک شاہکار نشانی ہے۔ خط اور حضرت کی توجہات سے طبیعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا اور الحمدللہ کہ آنکھوں نے پوری سخاوت سے کام لیا' اور حضور اقدس علیہ الف الف صلوۃ وتحیۃ کے مواجہہ شریف میں خطوط پڑھکر سنائے۔ خدا کرے قبول ہوں۔

<u>۲۰ مارچ پیر:</u>

علی الصباح جامعہ کی بس میں جا کر جبل سلع کے قریب مساجد خمسہ کی راہ میں اترا۔ اور احد کی جانب بستی کی مسجد نصر میں نماز دوگانہ پڑھی۔ مسجد نصر کی تاریخ معلوم نہ ہوسکی۔ نئی طرز کی خوبصورت مسجد ہے' مسجد سے پوچھتے پوچھتے احد کی جانب کھیتوں اور ریتلی زمین پر سیدنا حمزہؓ گیا۔

<u>مشہد احد اور مرد غیب سے دوبارہ ملاقات:</u> یہاں کیا دیکھا کہ مسجد فتح میں جو بزرگ ملے تھے' وہ اتفاقاً یا مقدر سے پیچھے سے چلے آرہے ہیں' ملے تو مصافحہ کیا پھر اس کا وہی بات بات پر رونا اور تڑپنا بہت ستا ستا کر چل رہے تھے'

---

(۱) یہ خط اور دیگر خطوط اس سفرنامہ کے سلسلہ مکاتیب میں پہلی قسط میں چھپ چکے ہیں۔

معلوم ہوا کہ عید کے بعد مسلسل روزہ سے ہیں صرف پانی پر گزارا کرتے ہیں۔ میری خوش بختی تھی کہ اسکے ساتھ مشہد حضرت حمزہؓ و مصعب بن عمیر اور دیگر شہداء کے مزارات پر فاتحہ پڑھی۔ میں نے اس بزرگ سے دعا کی' درخواست کی اس نے مجھے' دارالعلوم اور والدین کے لئے بار بار دعائیں دیں اور آئندہ بھی دعا میں یاد رکھنے کا وعدہ کیا۔ اس کی یہاں آمد اور ملاقات میں نے خیر و برکت کی بشارت سمجھی اس کی للھہیت' سوز و گداز' تڑپ اور عشق و بکاء او توکل قابل رشک تھی۔ اس نے کہا کہ کسی غیر سے لے لوں تو کہاں رہوں گا میرا مالک میرا نگہبان ہے۔____ وہ بھوک کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتا تھا۔ اس کے سر کے بال سفیدی سے چمک رہے تھے۔ پانی کی ایک بوتل اور بغل میں ایک گھٹڑی اس کے ساتھ تھی۔ وہ کہتے تھے کہ حضور ﷺ کی سنت فقر اور بھوک کی وجہ سے خدا نے مجھے یہ موقع دیا ورنہ یہ سعادت کہاں ملتی۔ حضور ﷺ نے خندقیں کھود کھود کر مشقتیں اٹھائیں' آج ہم سارا دن سوئے پڑے رہتے ہیں۔ اس کی سوز و گداز اور شفقت کی باتیں نہیں بھولتی ہیں۔ پھر انہوں نے مجھے سید الشہداء کا مقام شہادت دکھلایا اور وہاں سے جبل احد میں' غزوہ احد میں حضور اقدس ﷺ کے بیٹھنے کے شگاف کی نشاندہی کی' میں نے جاتے وقت کچھ ریال پیش کئے۔ مگر انہوں نے اسی مسجد فتح والی ناگواری اور خفگی کا اظہار کیا اور قبول کرنے سے معذرت کی کہ میرا اللہ جو چاہے کرے میں بندوں سے کبھی نہیں لوں گا۔ وہاں سے پولیس کی نظروں سے بچتے بچاتے جبل احد کی گھاٹی میں وادی قناۃ کی طرف داخل ہوا اور شرقی کنارہ کے ساتھ ساتھ گھاٹی کے اندر ایک شکستہ کھلی مسجد میں نماز پڑھی۔

<u>حضور ﷺ کے زخمی حالت میں آرام والا غار نما شگاف:</u> پھر وہاں سے پہاڑ پر چڑھا اور حضور اقدس ﷺ کی زخمی حالت میں بیٹھنے کی جگہ دیکھی' جو ایک غار نما شگاف کی شکل میں تھی۔ حضور ﷺ کو مرہم پٹی کے بعد یہاں آرام کیلئے لایا گیا تھا' غار پر سفیدی کی ہوئی ہے' پولیس عموماً وہاں جانے سے روکتی ہے' مگر میں نے کوئی ایسی رکاوٹ نہیں دیکھی اور الحمدللہ کہ یہ سعادت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ حمداً طیباً کثیراً ... دور دور تک تنہائی کا عالم تھا' غار زمین کی سطح سے ۲۵۔۳۰ قدم اونچا ہوگا' نماز پڑھنے اور لیٹنے کے برابر جگہ تھی' میں نے اس شگاف میں دو رکعت پڑھے' غار بالکل قبلہ رخ ہے' سامنے سیدنا حمزہؓ اور شہداء احد کے مزارات ہیں۔ جبل رماۃ اور پھر مدینہ کا پورا شہر اور مشرقی گوشے میں سید العالمین ﷺ کی مسجد اور گنبد خضراء صاف نظر آرہی ہے۔

<u>روح پرور مناظر:</u> یہ کچھ عجیب منظر ہے۔ حضور ﷺ کی نشست کی جگہ ہے' گھاٹی احد کی ہے سامنے احد کے مشاہدو مناظر ہیں اور حضور کے روضہ کا گنبد خضراء ہے' عمر بھر ایسا منظر کہیں اور نصیب نہ ہوگا۔ خداوند تعالیٰ یہ مناظر بار بار نصیب فرمائے اور اس مقدس منظر اور ماحول کی برکات سے نوازے۔ میں نے مناجات مقبول کی منزل۔ یوم الاثنین۔ بھی اس مبارک غار میں پڑھی (اور یہ سطور بھی اس مبارک غار میں لکھ رہا ہوں) اللھم لاتدع لنا فی مقامنا ھذا ذنباً الاغفرتہ ولا حاجۃ من حوائج الدنیا والآخرۃ الا قضیتھا یانور النور یا عالم مافی الصدور ولا

تجعلني بدعائك رب شقيا اجب جميع دعواتي قبل ذلك وبعد ذلك واجعلني خادماً للإسلام وداعياً اليك باذنك وناشراً لسنة رسولك عالماًبعلومك ونبيك يارب العالمين .

شرح نور الیقین فی سیرۃ سیدنا محمد سید المرسلین ساتھ ہے' اس میں مقام احد کے حالات کا مطالعہ کر رہا ہوں' احد سے پیدل روانہ ہو کر ظہر کی نماز پڑھنے مسجد نبوی پہونچا ___ مولانا حامد میاں کو رات کے کھانے پر بلایا تھا وہ تشریف لائے اور گئے رات تک گفتگو رہی۔

۴۰ر مارچ منگل :

صبح جامعہ گیا' وہاں پہلے شیخ عبد القادر شیبۃ الحمد کے درس اصول میں شرکت کی۔ پھر شیخ شنقطی کے درس تفسیر میں شریک ہوا۔ شیخ لبنانی کے اپنے پیریڈ میں نہ آنے کیوجہ سے شیخ عطیہ سالم کا لیکچر در بارہ حج سنا' جامعہ سے واپسی پر مناخہ (بازار) میں شیخ البانی ملے اور دیکھ کر رک گئے اور مولانا عبد اللہ صاحب اور مجھے اپنی کار میں مسجد نبوی لے آئے' بعد از ظہر شیخ عباسی مدظلہ کی مجلس رشد و ہدایت اور مراقبہ میں شرکت کی۔

شیخ البانی کے مجلس اسبوعی میں:

بعد از عشاء میں اور کاکاخیل شیخ البانی کے مکان پر ان کی مجلس اسبوعی میں شرکت کرنے گئے' جامعہ کے شیخ البناء اور بعض دوسرے حضرات بھی موجود تھے' آج حدیث دع عنک امر العوام پر بحث ہو رہی تھی۔ شیخ البانی نے اس حدیث کے مختلف طرق بیان کئے اور اس کی تصحیح کی ایک دوسرے صاحب نے مولانا مودودی کے حوالہ سے درایت کو روایت پر ترجیح دینے کی رائے دی' البانی صاحب نے روایت صحیح کے مقابلہ میں درایت کو راجح قرار دینے کے موقف کو غلط قرار دیا۔

اہم کتب اسماء الرجال: میں نے شیخ سے اسماء الرجال سے متعلق کتابوں کے بارہ میں پوچھا تو شیخ نے اپنے مشورے دیئے اور چند کتابوں کی نشاندہی بھی فرمائی۔

(۱) الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی۔ مع المقدمۃ فی مجلد

(۲) تعجیل المنفعۃ لابن حجر العسقلانی (۳) میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبی

(۴) الرجال والعلل لابن معین مخطوطہ بقلم ضیاء الدین المقدسی کا خاص طور پر تعارف کرایا اور کہا

مخطوطہ ضیاء الدین: کہ یہ آخری کتاب دمشق کے ظاہریہ کتب خانہ میں موجود ہے' یہ کتاب دو وجہ سے بیش قیمت ہے ایک تو ابن معین کے امام حدیث ہونے کی وجہ سے دوسرے بخط ضیاء الدین ہونے کی وجہ سے' جو ہمارے نزدیک معروف فی الحدیث ہیں۔ بلاد شام میں ان کے نام کا "مدرسہ ضیاء" ہے جو شیخ جزائری کے عہد میں مکتبہ الجزائر سے ملحق ہوا۔ کتاب جلد واحد میں ہے اور میں اس کی اشاعت کے بارہ میں گفتگو کر رہا ہوں

قبر پر اطراف سورۃ بقرہ کی تلاوت: میرے ایک سوال پر شیخ البانی نے اپنی زیر ترتیب مسودہ کتاب الجنائز سے ابن عمر کے اس اثر کو ضعیف قرار دیا۔ جس سے قبر کے دونوں طرف اوائل و عواقب سورۃ بقرۃ کی تلاوت کا ثبوت ہوتا ہے' اور فرمایا کہ یہ روایت جس قسم کا موقوف ہے اس سے ثبوت نہیں بناء بریں یہ عمل بدعت ہے' انہوں نے اپنے اجتہادات کی روشنی میں کتاب کی تبویب کی ہے مگر ان کے نزدیک ابن عباس کے ایک اثر کی وجہ سے فاتحہ فی صلوۃ الجنازہ ضروری ہے اور اس پر ایک الگ باب قائم کیا ہے کافی دیر بعد رخصت ہوئے۔

۰۵ رمارچ جمعرات: برادرم عبداللہ کے ساتھ جامعہ گیا' مولوی لطف اللہ عباسی کیساتھ انکی کلاس درس اصول میں شرکت کی' بعد از عصر برادرم عبداللہ کے ساتھ ذوالحلیفہ کے سمت میں بیر عروۃ پیدل گئے اور مغرب کو واپس ہوئے۔

۰۶ رمارچ جمعۃ المبارک: نمنکانی سے چند مزید کتابیں منہاج العابدین' وغیرہ خریدیں نماز جمعہ کے بعد رفقاء گرامی حسن جان صاحب' عبدالرزاق سکندر وغیرہ مکان پر آئے۔

مولانا فقیر محمد تھانوی: صبح حضرت مولانا فقیر محمد تھانوی (بکائی) بھی تشریف لائے کافی دیر بہت پر لطف مجلس رہی۔ (عصر کی نماز میں الحمدللہ چالیس دن کی سنت ترتیب پوری ہوئی) بعد از نماز عشاء مولانا فقیر محمد تھانوی کے ساتھ مجلس رہی' حضرت تھانوی اور تصوف وغیرہ امور پر گفتگو رہی۔

۰۷ رمارچ ہفتہ:

مسجد غمامہ: قباء جانے کی وجہ سے جامعہ نہ جا سکا' مولانا بنوری مدظلہ مولانا خیر الامان (۱) وغیرہ کو خطوط لکھے۔ قباء سے واپسی میں مسجد غمامہ (۲) میں دوگانہ نفل پڑھے۔

۰۸ رمارچ اتوار: صبح جامعہ گئے' مگر دروس میں شرکت نہیں کی کمرے میں شرح عقیدہ طحاویہ (مطبوعہ جامعہ) کا مطالعہ کرتا رہا' رفقاء کی دعوت میں شرکت کی اور ظہر کی نماز جامعہ میں پڑھی۔

اشتراکیت پر یمنی طالب علم کا مقالہ: بعد از نماز ایک یمنی طالب علم نے عربی میں ایک مختصر تقریر کی اور پھر ایک مقالہ پڑھا جس میں مارکسزم' اشتراکیت اور سرمایہ داری کے خلاف طلبہ جامعہ اور مسلمانوں کو اس کی مدافعت کیلئے متحد ہونے پر زور دیا گیا تھا۔ انداز بیان وارفتگی کا تھا اس کے بعد رئیس الجامعۃ شیخ عبداللہ بن باز نے مختصر الفاظ میں اس

---

(۱) دار العلوم میں سالہا سال میرے رفیق درس' مخلص اور محب صادق مولانا خیر الامان فاضل حقانیہ' منگلور ضلع سوات کے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے' اعلیٰ استعداد اور صلاحیتوں کے مالک' تقویٰ اور تدین میں ممتاز۔ عمر نے وفا نہ کی اللہ تعالیٰ اعلیٰ مقامات قرب پر فائز فرماوے (س)　　(۲) حضور ﷺ نے ۲ ھ میں مدینہ آمد کے بعد اس میں پہلی دفعہ نماز عید ادا فرمائی۔ مسجد نبوی کے باب السلام نے تقریباً ایک ہزار گز پر واقع یہ نہایت مضبوط پتھروں سے بنی مسجد ہے منبر پر آیت لکھی ہے۔ انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم طرز تعمیر سے بھی اندازہ ہوتا کہ ترک سلاطین ہی سے سلطان سلیمان نے اس کی تعمیر کی ہے' اس مقام پر آپ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ ادا فرمائی ہیں' اسے مصلی العید (عیدگاہ) بھی کہا جاتا ہے۔

پر تبصرہ کر کے اس کی تائید و تحسین کی۔

بیر عثمان: عصر کے بعد جامعہ کی بس میں بیر عثمان (۱) آ کر اترے' شاندار سیر گاہ' پھول پودے' مرغیوں اور مرغابیوں' بطخ اور خرگوش سے آراستہ۔ پر لطف ماحول ہے اور ذرا عثمان کہلاتا ہے۔ چنبیلی کی مہک سے دماغ کو تازگی ملی یہ حضرت عثمانؓ کا فیض اور صدقہ جاریہ ہے' وہاں سے پیدل جبل سلع کے دامن میں چلتے ہوئے واپس ہوئے اور شام کی نماز مسجد نبویؐ میں نصیب ہوئی۔ باب عمر سے باہر صفوں میں جگہ ملی۔

شیخ بن باز کا درس اور بے مثال حافظہ: بعد از شام شیخ عبدالعزیز بن باز کا مسجد نبوی ﷺ میں درس ہوتا ہے۔ آج ہم بھی شریک ہوئے ___ کتاب التوحید کی شرح فتح المجید کی عبارت ایک طالب علم پڑھتا اور شیخ تشریح کرتے اللہ تعالیٰ نے ان کے نابینا ہونے کی تلافی ان کے عجیب حافظہ سے کر دی ہے۔ عبارت میں طالب علم نے سند میں ہشام کو ہاشم سے تبدیل کر دیا تو شیخ نے فوراً تصحیح کر دی پھر روایت کو معہ سند و متن بلفظہٖ بیان کیا۔ زیر درس مضمون کو میں نے مختصراً اپنی کاپی میں محفوظ کر دیا۔ درس کے بعد میں نے مصافحہ کیا۔ شیخ بڑی محبت اور اخلاق سے ملے' بے حد متواضع اور بے تکلف اور سادہ قسم کے لوگ ہیں۔

مولانا حامد میاں کی گفتگو: بعد از عشاء کافی دیر تک مولانا حامد میاں صاحب کے ساتھ اساتذہ جامعہ اور البانی صاحب کے بارہ میں گفتگو رہی۔

۰۹ر مارچ پیر: تھکاوٹ اور طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے دوپہر تک مکان پر آرام کیا عبداللہ صاحب بھی بوجہ علالت جامعہ نہ جاسکے۔ بعد از ظہر تا عصر مسجد نبوی میں رہے' بعد از عصر مولانا عباسی کی مجلس میں جانا ہوا۔ ان کے بعض ارشادات بالخصوص شیخ خالد رومی کے بارہ میں ان کے ملفوظات نوٹ کئے۔

۱۰ر مارچ منگل:

المدرسۃ الشرعیۃ: حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بھائی مولانا سید احمد صاحب مہاجر مدینہ کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ شرعیہ گئے' کتب خانہ کے ناظم اور حضرت مولانا انعام کریم صاحب سے ملے۔ بوجہ تعارف انہوں نے مدرسہ کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ مدرسہ کی علمی اور تدریسی سرگرمیوں کے خاتمہ پر مولانا بے حد نالاں تھے کہ یہ صرف ایک سکول رہ گیا ہے' آمدنی میں بے احتیاطی اور ہندوستانیوں کی بجائے اسے سوڈانیوں کو کرایہ پر دینے وغیرہ کے شاکی تھے۔ سیاست میں انہماک کی وجہ سے منتظمین کی بے توجہی پر دکھ کا اظہار کرتے رہے۔

---

(۱) اس کا نام بیر رومہ بھی ہے' مدینہ کے شمال مغرب میں مسجد قبلتین کے قریب واقع ہے' اس کا پانی شیرین تھا' مگر یہودی مالک مسلمانوں کو روکتا تھا' حضور ﷺ نے اس کو خرید کر وقف کرنے والے کیلئے مغفرت کی بشارت دی' حضرت عثمانؓ ہزاروں درہم میں اسے خرید کر وقف کر کے بشارت نبوی کے مصداق بنے' منہدم ہونے پر ۷۵۰ھ میں قاضی شہاب الدین احمد نے اس کی دوبارہ تعمیر کرائی۔

<u>تبرکات اور مکتوبات اکابر:</u> مولانا نے بعض تبرکات بھی دکھائے' جن میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب' حضرت نانوتوی' حضرت گنگوہی کے خطوط تھے اور میری خواہش پر نقل کرنے مجھے دیئے۔ (جسے میں نے بعد میں اپنی کاپی تذکار الحرمین میں نقل کیا) انہوں نے روضہ مطہرہ کے غلاف کا ایک ٹکڑا بھی دکھایا جو پچاس ساٹھ سال قبل ایک قلمی کتاب میں انہیں ملا تھا۔ ہم نے اسے چوما آنکھوں سے لگایا۔

<u>شاندار کتب خانہ:</u> مدرسہ کا شاندار کتب خانہ معطل پڑا ہے' جسے بڑی محنتوں اور شوق سے حضرات اکابر نے جمع کیا تھا۔ بعض نسخے جو تحفۃً بھیجے گئے ہیں۔ مولانا سید اصغر حسین صاحب' شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے دستخطوں سے مزین تھے۔ فیض الباری شرح بخاری میں ج۔۱ صفحہ نمبر ۱۷۰ پر محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ذکر پر ایک لطیفہ سنا کر تاکید کی کہ اسے مولانا عزیز گل صاحب کو سنا دیجئے۔ فرمایا شیخ شنقیطی پہلے یہاں استاد تھے' مولانا بدر عالم وغیرہ استفادہ کیلئے آتے تھے' کتب خانہ دیکھ کر لطف آیا اور ارادہ کیا کہ انشاء اللہ فارغ اوقات میں اس سے استفادہ کیا جائیگا۔

<u>مالٹا سے شیخ الہند کے خطوط:</u> مولانا انعام کریم صاحب نے فرمایا کہ مالٹا سے حضرت شیخ الہند کے لکھے ہوئے ۱۷۔۱۸ خطوط ایک بااعتماد شخص انڈیا لے گئے۔ اور ابھی تک واپس نہ بھیجے۔ پھر معلوم ہوا کہ مولانا محمد میاں صاحب دہلوی کے پاس ہیں جس سے اطمینان ہوا۔ موجودہ خطوط جن کا ذکر ہوا کا اصل کراچی کے نور محمد بٹ صاحب نامی شخص کے پاس ہیں۔ کبھی موقعہ ملا تو وہاں دیکھ لیجئے۔ بعد از صلوٰۃ ظہر میں نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خطوط نقل کئے اور بعد از عصر بیر عروۃ بن زبیر گئے جو ایک اچھی تفریح گاہ ہے۔ مغرب کو مسجد واپس ہوئے بعد از عشاء حضرت مولانا فقیر محمد صاحب غریب خانہ کھانے پر آئے۔ دیر تک باتیں رہیں۔ مولانا نے اپنے خلافت ملنے کے خطوط کا قصہ بیان کیا اور نوشہرہ کے جناب قاضی عبدالسلام کے بارہ میں حضرت تھانوی کی رائے کا اظہار کیا۔

<u>۱۱ر مارچ بدھ:</u>

صبح جامعہ گیا' ابتدائی دو گھنٹوں میں حضرت نانوتوی' حضرت گنگوہی کے تین عدد عکسی خطوط نقل کئے اور یہ دو چار دنوں کی ڈائری لکھی اور آخری دو گھنٹوں میں شیخ شنقیطی کے درس تفسیر اور عبدالقادر شیبۃ الحمد کے درس سیرۃ میں شریک ہوا۔

<u>شیخ عبدالرحمٰن جوسری کا خطاب:</u> آخری گھنٹہ میں جامعہ کے قاعۃ المحاضرات (لیکچر ہال) میں کویت کے شیخ عبدالرحمٰن محمد جوسری نے طلبہ سے خطاب کیا۔ انہوں نے دعوت و تبلیغ ایمان اور تقویٰ پر ایک موثر تقریر کی' شیخ بن باز اور شیخ عطیہ نے اس پر مختصر اتعلیق کیا۔

<u>۱۲ر مارچ جمعرات:</u>

<u>مولانا عباسی اور مولانا بدر عالم کی مجلسیں:</u> حضرت مولانا عبدالغفور عباسی سے ملا۔ تنہائی میں تھے' میں نے لکھے ہوئے ملفوظات سنائے' انہوں نے حضرت والد صاحب کے نام خط املاء کرایا' کچھ دیر بیٹھ کر حضرت مولانا بدر عالم کے

ہاں گیا۔ سوا گھنٹہ تک خصوصی توجہ اور خطاب سے نوازا' مفید نصائح اور ہدایات دیئے' فرمایا کہ نوجوانی کا ہر لمحہ دین اور علم کیلئے صرف کردو۔ دوسروں کی تنقید اور ماحول کی ناسازگاری کا شکوہ نہیں کرنا چاہئے' خود قدم اٹھاتے جائیں لوگ قدردانی کیلئے اٹھیں گے۔ اس ضمن میں اپنی دو نئی تصانیف کی اشاعت اور بطور مثال اس بستر مرگ پر دین کیلئے مساعی کا ذکر کرتے رہے۔ جناب فریدالدین انصار خدمت کیلئے کھڑے رہے۔ پھر کافی دیر عربی میں گفتگو چھیڑی رہی۔ عربی ٹائم کے سوا پانچ بجے ان سے رخصت لے کر واپس ہوا۔ جامعہ کے رحلہ کے ساتھ خیبر جانے کا پروگرام ملتوی ہوا۔

۱۳ر مارچ جمعہ ۳۰ر شوال :

خطبہ جمعہ: جمعہ کی نماز میں خطیب نے حدیث من غشنا فلیس منا پر موزوں اور مناسب خطبہ دیا۔ کافی دیر قبل جانے کے باوجود حجاج کی کثرت کی وجہ سے مسجد بھر چکی تھی۔ رات کو زکام اور بخار کی شکایت رہی جس کی وجہ سے صبح کی نماز بھی جماعت کے ساتھ نہ پڑھی جا سکی۔ حضرت والد صاحب' مولانا شیر علی شاہ صاحب' قاضی انوار الدین' ناظم صاحب حاجی الطاف حسین وغیرہ کو خطوط لکھے۔

۱۴ر مارچ ہفتہ : مولانا سید انعام کریم صاحب کے ساتھ مدرسۃ الشرعیۃ میں پرلطف محفل رہی۔

۱۵ر مارچ اتوار :

مسجد قبا گیا واپسی پر مسجد سیدنا ابوبکر الصدیق میں دوگانہ پڑھی۔ بعد از عصر مولانا بدر عالم کی مجلس میں شرکت رہی۔ قرآن میں حضرت شعیبؑ کے ذکر پر مولانا عبدالقادر دہلوی کے افادات سنائے جا رہے تھے۔ مولانا نے کم ناپ تول پر تقریر کی اس سے قبل مولانا سید محمود مدنی صاحب بھی مجلس میں آئے تھے ان کی مجلس میں شرکت ہوئی۔

۱۷ر مارچ منگل ۴ر ذیقعدہ:

اپنے دوست سربازی صاحب سے عارضی طور پر کرایہ پر لئے گئے مکان سے حضرت مولانا عباسی کے مکان منتقل ہوئے' بعد از عصر حضرت مولانا کی مجلس میں شرکت کی' حضرت مولانا فقیر محمد صاحب تھانوی سے حضرت تھانوی کے مواعظ کی کتاب ملی تھی' اس میں وعظ۔ الاستغفار۔ اور وعظ مظاہر الاحوال کا مطالعہ کرتا رہا۔

۱۸ر مارچ بدھ ۵ر ذیقعدہ: بحری سفر میں روزہ فوت ہوا تھا۔ فعدۃ من ایام آخر کے بناء پر آج ادائے قضا کیا' شام کو حضرت مولانا عباسی مدظلہ بھی ہمارے لئے مکان سے اترے اور ہمارے کھانے میں شریک ہوئے۔

ع شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا ہمارے رفقاء مدینہ میں خیبر ایجنسی کے جناب حاجی گل حسن صاحب اور جناب حاجی گل شیر آفریدی اور انکے بڑے بھائی کا بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ جو بہت مخلص اور قدردان ہیں۔

۲۰ر مارچ جمعہ:

جمعہ کو بھی قضاء صیام ہوا۔ نماز جمعہ تیسرے امام نے پڑھائی' خطبہ لکھا ہوا پڑھا' پہلے جیسا لطف نہیں آیا' بعد از

عصر جنۃ البقیع گئے' بعد از عشاء عبداللہ کاکاخیل وغیرہ احباب کیساتھ جامعہ گئے اور ثلث اللیل کے بعد وادی عقیق کی کھلی فضا اور چاندنی رات میں دیر تک احباب کی پر لطف محفل رہی (۱)۔ عجیب پرنور ماحول تھا' رات جامعہ میں گزاری۔

۲۱ر مارچ ہفتہ:

وادی عقیق کی چاندنی رات اور شاہ فیصل کا انقلاب: ہر احباب کی خواہش اور دعوت پر جامعہ میں ٹھہرے ۔ظہر اور عصر کی نمازیں جامع مسجد جامعہ میں پڑھیں' شام کو وادی عقیق سے ہوتے ہوئے شام وحجاز ریلوے لائن پر چلتے چلتے مدینہ واپس ہوئے۔ پٹڑی جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ چکی ہے۔

ترکی کے زوال کی عبرتناک نشانیاں: پٹڑی پر جگہ جگہ سلطان عبدالحمید خان کا نام کندہ ہے اور ۱۹۰۸ء ۱۹۰۷ء اور بعض جگہ ۱۹۰۱ء کا سن کندہ ہے۔ عجیب عبرتناک منظر ہے۔ ترکوں کی شوکت وعظمت اور پھر زوال کا دور آنکھوں میں گھوم رہا ہے۔ لاریب کہ وتلک الایام نداولھا بین الناس کی واضح مثال ہے۔ راستہ میں پٹڑی کے دائیں جانب قدیم عمارات کے کھنڈرات اور اجڑے کنویں دعوت عبرت دے رہے ہیں۔ اسی راہ میں جناب سید محمود مدنی کے باغات اور فارم بھی دیکھے ___ حرہ ام ہانی کے بائیں طرف ایک باغ میں وضو کیا' مشین تیل سے چل رہی تھی۔

جبل سلع میں غزوہ احزاب والا غار: وہاں سے جبل سلع کے اس غار کو دیکھنے آئے جس میں غزوہ احزاب کے دوران حضور ﷺ رات کو قیام فرماتے تھے۔ اس پر ترکوں کی گنبد نما عمارت بنی ہوئی ہے جو اب بوسیدہ ہو چکی ہے۔ دیر تک اس میں ہم چاروں دوست برادرم حسن جان' عبداللہ کاکاخیل' سعید الرحمٰن' بیٹھے رہے' دعائیں کیں۔ اور بطور یادگار دیواروں پر چاروں کے نام لکھے گئے' وہاں سے پٹڑی ہوتے ہوئے حرۃ غربیہ کے قریب مدینہ کے ریلوے اسٹیشن کے راستہ میں کچی ہموار زمین پر جماعت سے مغرب کی نماز پڑھی۔ اور باب عنبریہ کے لان میں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد مسجد نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔

۲۲ر مارچ اتوار:

سفر شام واردن کی خواہش: صبح مدرسۃ الشرعیہ جانا ہوا کہ شام واردن (۲) کے بارہ میں معلوماتی کتاب نکال لاؤں'

---

(۱) غالباً اسی رات یا اس سے ایک آدھ دن آگے پیچھے محفل یاراں جمی تھی کہ ریڈیو نے سعودی حکمران شاہ سعود کی معزولی اور مرحوم شاہ فیصل کے اقتدار سنبھالنے کا اعلان کیا' شاہ فیصل اس انقلاب سے پہلے روشن خیال اور ترقی پسند سمجھے جاتے تھے' اس اعلان سے جامعہ کے کئی ساتھیوں میں بجا طور پر اضطراب پھیل گیا کہ نئے حکمران شاید نوزائیدہ جامعہ اسلامیہ کی بساط ہی لپیٹ دیں' مگر قدرت نے اسی شاہ فیصل کو بے بس وبے سہارا امت کی امیدوں کا مرکز بنا دیا اور وہ امت کے تن مردہ میں نئے روح پھونکنے میں لگے رہے اور رائد التضامن الاسلامی کہلائے۔ (۲) اس سفر میں یہ خواہش رہی کہ حج سے فراغت کے بعد واپسی میں شام واردن کا مطالعاتی سفر کروں مگر اردن کے علاوہ فلسطین اور شام (سوریہ) جو ہماری علمی تاریخ اور فتوحات اسلام کا اولین مرکز ہے جس کے دارالخلافہ دمشق کے علم وفضل کے بارہ میں مورخ ابن عساکر نے صدیوں قبل تقریباً اسی جلدوں میں ایک ذخیرہ مرتب کیا جہاں کا حلب وحمص صحابہ کرام کی آماجگاہ ہے مگر اب تک یہ خواہش شرمندہ تعبیر نہ بن سکی ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً

وہاں سے نمنکانی صاحب کے کتب خانے آیا وہاں ایک صاحب کے ہاں مودودی صاحب کا سفرنامہ ارض القرآن دیکھا۔ اردن وغیرہ کے متعلق بعض معلومات اس سے نوٹ کیئے۔

مولانا بدر عالم کی مجلس اور سند حدیث کی طلب: وہاں سے مولانا بدر عالم کی مجلس میں گیا' مولانا اپنی نظم کی تصحیح ایک اردو دان مہمان سے کرا رہے تھے' میری طرف متوجہ ہوکر عربی میں دیر تک گفتگو کی۔ مولانا کا اس ضعف ونقاہت میں وسعت اخلاق اصاغر نوازی واقعی عجیب ہے۔ مولانا نے اردو شعر و شاعری کے بارہ میں اپنی دلچسپیوں کا ذکر کیا۔ جاتے وقت میں نے ایک بار پھر صحاح ستہ کی سند تبرکا لینے کی خواہش ظاہر کی۔ فرمایا شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب آرہے ہیں' ان سے لیجئے' یہاں عرب میں اس کا رواج ہے' بڑے بڑے لوگ مثلاً فضلیۃ الشیخ علوی مالکی وغیرہ آتے ہیں' میں حتی الوسع انکار کرتا ہوں' میں نے کہا کہ حضرت مجھے یہاں صاحب السنۃ کے شہر مدینہ میں حدیث کی نسبت قائم کرنے کا شوق ہے' فرمایا اچھا پھر کسی وقت ارادہ کرلیں تو اجازت دے دوں گا۔

مسئلہ توسل: بعد از عصر حضرت مولانا عباسی صاحب کے ساتھ مسجد سے واپسی پر راہ چلتے ہوئے توسل پر بات ہوئی میں نے توسل کے بارہ میں اپنے علاقہ کے بعض متشددین اور مفرطین کے رویے کا ذکر کیا' مولانا نے گھر کے راستہ میں اور پھر گھر میں توسل کے جواز پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔

۲۳ رمارچ پیر:

شیخ فرغانی شیخ طرازی اور بخاری مہاجر مدینہ کی رونق تھے: بعد از ظہر حضرت مولانا عبدالغفور عباسی کی معیت میں یہاں کے مہاجر بخاری شیخ' ترکی عالم شیخ حامد نمنکانی فرغانی کی دعوت پر ان کے گھر گئے۔ شیخ نمنکانی نے سہارنپور اور دیوبند سے استفادہ کیا ہے' وہ سہارنپور میں ہمارے رفیق قاری سعید الرحمٰن صاحب کے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری کے شاگرد رہ چکے ہیں۔ اس نسبت کی وجہ سے انہوں نے دعوت کی اور حضرت مولانا کو بھی بلایا۔ انہوں نے بڑے تکلف سے کام لیا تھا' سادہ اور پرنور فضاء تھی' اچھا خاصہ کتب خانہ بھی رکھتے ہیں اور با ایں ہمہ علم و فضل خیاطۃ (مشین سے سلائی) کا کام کرتے ہیں اور بہ مشکل گزراوقات ہوتا ہے' روسی انقلاب کے ستائے ہوئے بخاری اور ترکی مہاجر مدینہ منورہ کی رونق ہیں' علم و عرفان اور زہد و تقویٰ کی مجلسیں ان کے دم سے ہیں' شیخ کے ہاں کھانے میں حج کے بعض مسائل عرفات میں جمع بین الصلاتین (ظہر اور عصر) میں اقتداء اور ایام حج میں تمتع کی شرعی حیثیت پر عربی میں گفتگو رہی۔ مولانا نے اپنی تصنیف کردہ ایک کتاب بھی الفتح الرحمانی کے نام سے دکھائی جس میں انہوں نے اپنے شیخ کے فتاویٰ جمع کیئے ہیں۔

ماوراء النہر میں مسلمانوں کا زوال: مولانا نے کہا کہ صرف ہمارے شہر نمنکان میں ساڑھے تین سو مساجد تھیں' سوائے ایک کے اب سب انقلاب روس کے بعد بند ہیں۔ انہوں نے ماوراء النہر اور اسلامی ریاستوں کے زوال کا

تفصیل سے ذکر کیا' بڑے خوش اخلاق متواضع بزرگ ہیں ان ہی بزرگوں میں شیخ محمود طرازی ان ہی میں سے ہیں جو صبح وشام مسجد نبوی میں درس دیتے ہیں اوران لوگوں کے حلقہ درس کو دیکھ کرایسا لگتا ہے کہ قرون اولیٰ کی ایک جماعت بیٹھی ہے۔ بعداز عصر بعض ضروریات خرید نے بازار گئے' شام کے بعد حضرت والد ماجد اور احباب واقارب کے خطوط ملے۔

مولانا شیر محمد سندھی کے ہاں حاضری: آج دوپہر سے قبل حضرت مولانا شیر محمد سندھی کے ہاں جانا ہوا۔ جو مدرسۃ الشرعیہ کے دارالاقامۃ کے باب المصری والے حجرہ سے باہرایک چٹائی پر فقیرانہ انداز میں بیٹھے تھے اور حج کے کسی ادق مسئلہ پر غور وفکر میں مگن تھے۔ مولانا نے دیکھ کرفرمایا کہ ''میری مثال اس بڑھیا کی طرح ہے کہ گھر کے کام کاج سے کچھ بھی فرصت ملے تو وہ چرخہ پر اون کاتنے لگ جاتی ہے'' مولانا کا یہی مشغلہ ہے۔ ان کو خدا نے مناسک حج کے علم کی گتھیاں سلجھانے کیلئے منتخب کیا ہے۔ میں نے مولانا کے ذاتی نسخہ زبدۃ المناسک سے اپنے نسخہ مطبوعہ کراچی کی تصحیح کی کہ اس میں بڑی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ مولانا نے اپنے نسخہ میں جتنی اصلاحات اور اضافی نوٹ لکھے تھے' میں نے مولانا کی موجودگی میں قلمبند کئے' بعد میں مولانا نے صفحہ ۶۹ سطر ۴ کے بارہ میں ایک طویل فٹ نوٹ جو آج کی نشست میں انہوں نے لکھا تھا' صاف کرنے کے لئے دیا کہ اس کی دو کاپیاں بنا کر مجھے لا کردے دو' اور یہ اصل اپنے پاس رکھ لو' جاتے وقت مولانا نے بڑی شفقت سے دعا فرمائی اور جب تک میں موجود رہا بڑی محبت سے نوازتے رہے۔

۲۴ رمارچ ۱۱رذیقعدہ بروز منگل: صبح مولانا شیر محمد سندھی کے فٹ نوٹ کی ایک نقل ان کے لئے تیار کی' پھر حضرت مولانا عبدالغفور عباسی صاحب کو ان کے صاف شدہ ملفوظات بغرض اصلاح سنائے۔ (مودودی صاحب سے متعلق ایک ملفوظ پر ہمارے سفر کے ساتھی مولانا زین العابدین صاحب پشاور سے رد وقدح ہوئی جو اس مجلس میں موجود تھے) مزید ملفوظات اپنے کمرے میں صاف کئے' بعداز عصر بھی مولانا کے ملفوظات قلمبند کئے۔ اب بعداز عشاء یہ سطور لکھ رہا ہوں اور پھر سفر خیبر کے سلسلہ میں سیرۃ ابن ھشام میں متعلقہ حصے مطالعہ کرنے ہیں۔ ان شاء اللہ۔

۲۶ رمارچ ۱۲رذیقعدہ بروز جمعرات:

۲۷ رمارچ ۱۲رذیقعدہ بروز جمعہ:

علمی رحلۃ' خیبر کا تاریخی سفر: الحمد للہ آج ایک رحلۃ کے ساتھ خیبر کا ایک تاریخی سفر طے ہے' صبح بعداز نماز مطار مدینہ گئے' جہاں قاری صاحب اور میرے راولپنڈی کے ایک دوست محمد دین صاحب سے ملاقات کرنی تھی۔ جو انتظار میں تھے' مگر وہ نہ ملے ہم نے مدینہ کا ہوائی اڈہ دیکھا' وہاں سے واپس ہوکر مولانا شیر محمد سندھی کو ان کے حوالہ کردہ مضمون کے دو نقل دیئے۔ پھر ٹیکسی لے کر جامعہ اسلامیہ گئے جہاں سے عربی ٹائم کے ۶ بجے جامعہ کی بس میں خیبر کے سفر پر روانہ ہوئے۔ مدینہ سے شمال کی طرف ۱۶۳ کلومیٹر مسافت پر واقع ہے۔ رفقاء مولوی عبداللہ' مولوی حسن جان' مولوی عبدالرزاق سکندر اور جامعہ کے دیگر طلبہ ۲ بسوں کے برابر ساتھ تھے۔ شیخ ناصرالدین البانی اور دیگر اساتذہ موٹر کار میں

تھے' مولانا محمد ناظم ندوی ہمارے ساتھ بس میں رہنمائی کے لئے موجود تھے۔

مدینہ کا جبل ثور اور جبال بنی قریظہ: راستہ میں بس سے مولانا حسن جان نے جبل ثور دکھلایا جو جبل احد کے آخری سرے میں ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے۔ حضور ﷺ نے فی روایۃ یہاں سے جبل عیر تک حرم مدینہ قرار دیا تھا (یہ مکہ مکرمہ کے غار ثور والے جبل ثور سے الگ پہاڑ ہے) مطار کی راہ میں کافی حد تک چلتے ہوئے سیاہ پہاڑ اور ٹیلے نظر آئے جو جبال بنی قریظہ کہلاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ساتویں صدی میں یہاں بہت بڑی تاریخی آگ لگی تھی۔ مطار (ائرپورٹ) کے مشرق میں وادی عقول ہے۔

صلصلہ میں رات: دشوار گزار پہاڑیوں اور خشک بے آب وگیاہ وادیوں سے گزر کر ۲ گھنٹے بعد ۹ بجے کے قریب صلصلۃ نامی مقام پر رک گئے۔ سڑک کے دائیں طرف پانی کے ایک خلکہ اور ٹنکی کیساتھ پڑاؤ ڈالا۔ رفقاء جامعہ نے ایک ہال کی شکل میں سات عدد شامیانے نصب کئے اور گروپوں کے امراء پر تقسیم کئے' مولانا عبداللہ ہمارے شامیانہ نمبر۲ کے امیر بنائے گئے' البانی صاحب نے ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھائی' خود ظہر کی بجائے عصر کی پڑھائی اور پھر ظہر کی نماز کی اقتداء بعد از صلوۃ عصر' خود نفل دوگانہ سے کرائی' ہم دو ساتھیوں نے ظہر اپنے وقت میں پڑھی' ان کیساتھ صرف عصر کی نماز پڑھی۔

شیخ البانی اور مسلک کی عملی تعلیم: البانی صاحب نماز سے قبل انضموا الی الصف الواحد ولو میلاً تلقین کرتے رہے (کہ ایک ہی صف میں شامل ہو جاؤ' صف ایک میل کیوں نہ بنے) ایک صف بنوائی گئی۔ خود نعال (جوتے پہنے ہوئے) میں تھے' دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اور بائیں طرف صرف السلام علیکم' رات کو قراءت میں مالک کی بجائے مَلِکِ یوم الدین کہا' بعد از نماز عشاء سنت اور وتر سب نے ترک کئے' گویا اس رحلۃ میں کسی حد تک اپنے مسلک کی عملی تعبیر و تعلیم دی جاتی رہی۔ سفر کے اکثر اوقات شیخ البانی نے طلبہ کے ساتھ فقہی اور علمی مذاکرہ میں گزارے۔ نماز مغرب ہم رفقاء نے سڑک کے کنارے ایک سادہ سی مسجد میں پڑھی۔ اس کے بعد ایک قہوہ خانہ میں چائے پی' کسی کے ٹرانزسسٹر ریڈیو سے تلاوت ہو رہی تھی' ماحول کی اثر انگیزی میں مزید اضافہ ہوا۔ رات کو شامیانوں کی حراست الگ الگ امراء نے کرائی۔ صبح بعد از نماز طلبہ کو کھیل کود کا موقعہ دیا گیا' جس میں نشانہ بازی بھی ہوئی۔ ۴ بجے ناشتہ کرایا گیا۔

وادی القریٰ: وہاں سے صبح ساڑھے چار بجے خیبر روانہ ہوئے' راستہ میں وادی القریٰ سے گزرے' دور دور تک خشک سنگلاخ وادی تھی' مگر وادی القریٰ کا اردگرد سرسبز و شاداب تھا' پانی بہہ رہا تھا۔

قلعہ قموص یا حصن مرحب: ۶ بجے خیبر پہونچے' اور حیطان وبساتین سے گزرتے ہوئے ایک اونچے قلعہ پر چڑھے جو قلعہ قموص کہلاتا ہے' اس قلعہ کے آثار اور بوسیدہ عمارت موجود ہے' اس قلعہ کے قیدیوں میں ام المؤمنین

حضرت صفیہ بھی شامل تھیں، جو حضور اقدس ﷺ کے عقد میں آئیں۔ مشہور یہودی پہلوان سپہ سالار مرحب یہاں حضرت علی کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ جو یہود کے قلعوں کے مآثر میں سے ایک قلعہ ہے اور قلعہ مرحب کے نام سے مشہور ہے۔ شیخ البانی۔ شیخ بناء اور شیخ ناظم ندوی کے ساتھ تمام شرکاء سفر قلعہ اور اسکے اطراف میں خوب گھومے پھرے، ہم نے قلعہ کی ایک اونچی عمارت سے خیبر کے اردگرد کے نخلستان اور باغات کو دیکھا' اس قلعے کے اردگرد میلوں کھجور کے باغات تھے' اس کے بعد نیچے اتر کر باغات میں بہتے ہوئے ایک چشمہ کے پانی سے وضو کیا' پانی بہت ٹھنڈا تھا۔ قلعہ کے قریب پیچھے ایک مسجد تھی۔ جس میں ہم نے جمعہ کی نماز پڑھی۔ مسجد کھجور کے تنوں سے مسقف تھی اور چالیس ستونوں پر کھڑی تھی۔ عمارت کچی' سادہ اور قرون اولیٰ کی یاد دلا رہی تھی۔ خطیب بے تکلف اور جرار تھے۔ دور دور کے قریٔ سے لوگ نماز جمعہ پڑھنے آئے تھے' بعد از نماز شیخ البانی اور ایک دوسرے استاد نے تقریر کی بعد از جمعہ وہاں سے روانہ ہوکر گھنٹہ بھر میں صلصلہ نامی جگہ واپس آئے' وہاں دنبے کا گوشت اور عربی پلاؤ تیار تھا۔ سب نے کھایا اور بعد از عصر وہاں سے روانہ ہوئے اور الحمدللہ کہ عشاء کی نماز مسجد نبوی میں پڑھی' شام کی نماز ان کے مسلک جمع حقیقی کی نذر ہوئی۔

۲۸/ مارچ ۱۲/ ذیقعدہ بروز ہفتہ:

سعید صاحب گزشتہ رات جامعہ میں ٹھہر گئے تھے' میں مسجد قبا گیا وہاں سے مسجد نبوی پہونچا۔

شیخ کیساتھ بقیع کا تفصیلی تعارفی دورہ: صبح حضرت مولانا عباسی مدنی کیساتھ جنت البقیع گیا۔ انہوں نے خود ہی مزارات مبارکہ پر فاتحہ پڑھوایا اور حضرت عثمان کے جانب قبلہ متصل احاطہ میں شیخ احمد سعید مجددی' شیخ عبدالغنی مجددی اور حضرت سید آدم بنوری وغیرہ مشائخ سلسلہ تصوف وحدیث کی قبور کی نشاندہی کرائی' نیز اپنے خادم جوادالحسین کے مزار' اپنی والدہ' اہلیہ اور بچوں کے مزارات پر بھی حضرت نے فاتحہ پڑھوائی' ان کے خلیفہ شاہ علاؤ الدین صاحب بھی ساتھ تھے۔

بقیع میں سب سے پرانوار مزار: مولانا نے فرمایا کہ میرا مسلک بھی بقیع میں سب سے پہلے حضرت عثمان کے مزار پر فاتحہ پڑھنا ہے اور بقول شاہ احمد سعید مجددی بقیع میں سب سے زیادہ پرانوار مزار ان کا ہے اور یہ حضرت مجددی کشفاً فرماتے تھے' پھر مولانا نے حضرت عثمان کے فضائل بیان کئے۔ بعد از واپسی مولانا کے ساتھ ناشتہ کیا' دوپہر کا کھانا بھی ان کے ساتھ کھایا۔

۲۹/ مارچ اتوار ۱۳/ ذیقعدہ: صبح شیخ حامد نمنکانی فرغانی کے ہاں ناشتہ میں شرکت کی۔ انکے ہاں المدخل لابن الحاج اور دیگر کتابیں دیکھیں اچھا خاصہ کتب خانہ شیخ نے جمع کر رکھا ہے۔ بڑے متواضع ملنسار بزرگ ہیں۔

مولانا بدرعالم کی صحاح ستہ میں اجازت: کچھ دیر بعد وہاں سے حضرت مولانا بدرعالم مدظلہ کے ہاں گیا' انہوں نے میرے اصرار پر صحاح ستہ کی اجازت اور سند حافظتہً دی اور فرمایا کہ اس حال میں میں قراءت وسماعت کے آداب و شرائط کا اہتمام نہیں کرسکتا۔ اس لئے بغیر کتاب پڑھے اجازت دیتا ہوں اور فرمایا کہ شرح نخبۃ الفکر میں یہ بھی ایک

طریقہ ہے کہ محدث اس طریقہ سے پورے اہل بلدۃ کو اجازت دے سکتا ہے۔

علامہ انور شاہ نے لیٹ کر کتاب کا مطالعہ نہیں کیا:

فرمایا میں ایک دفعہ لیٹے ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا' حضرت مولانا انور شاہ کشمیری نے آ کر دیکھا تو فرمایا کہ میں نے کتاب کو اپنا تابع بنا کر کبھی نہیں پڑھا۔

۳۰ر مارچ پیر ۱۴ر ذیقعدہ:

صبح اذان سے قبل بارش شروع ہوئی اور کافی عرصہ تک رہی۔ گنبد خضراء کے میزاب پر لوگ پانی جمع کرتے رہے میں نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔

شیخ سید عمران ترکی کی دعوت:

دوپہر کے بعد مع رفقاء ایک اور بخاری ترکی شیخ سید عمران صاحب بخاری کے ایک پر تکلف دعوت میں شریک ہوئے' سید عمران صاحب بھی حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری کے سہارنپور میں شاگرد رہ چکے ہیں۔ مولانا انعام کریم صاحب اور سارے احباب کو اکٹھا کیا گیا تھا۔ سید عمران صاحب مدرسۃ الشرعیۃ کے سکول کے استاذ اور حرم شریف کے خدام کے مراقب عام ہیں۔ مکان بڑا پر تکلف اور شاندار تھا۔

سید الکائنات کے والد گرامی کے مزار پر:

بعد عصر برادرم عبداللہ صاحب کے ساتھ سید الکائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا مزار دیکھا۔ وہاں کے دروازے کے پتھر پر یہ تحریر کندہ تھی جو بظاہر اشعار ہیں اور شاید ترکی' فارسی کی مخلوط زبان ہے۔

قبر پاک والد شاہ رسلدر بومقام　　فضل حق سلطان محمود ک بو خبر برتری

وصف اعمارندہ پر تو جوہری تاریخدر　　قبر پاکیزہ مقام والد پیغمبرے

۱۲٤٥

وہاں سے قدرے عنبریہ میں ٹھہرے اور پھر سوق قماش سے ہوتے ہوئے حرم شریف حاضر ہوئے۔ عشاء جامعہ گئے اور وہاں رات گزاری۔

یکم اپریل۔ منگل ۱۵ر ذیقعدہ:

صبح جامعہ سے وادی عقیق ہو کر مسجد قبلتین آئے' دوگانہ پڑھی اور پھر بذریعہ بس مساجد خمسہ آئے اور مسجد مسجد سلمان' مسجد ابوبکر میں دوگانہ رکعات پڑھے' وہاں سے حرم شریف آئے' والد ماجد اور دیگر احباب کو خطوط لکھے۔

مولانا بنوری' مولانا مفتی محمود' مولانا غلام غوث کی آمد:

ظہر کے بعد حرم شریف میں مفتی محمود صاحب سے ملاقات ہوئی جو مصر کے دورہ سے آئے ہیں۔

بیت غلام محمد یا پاکستان ہاؤس:

بعد از عصر حرم کے قریب باب جبریل سے متصل سابق گورنر پاکستان ملک غلام محمد (۱) کے بنائے ہوئے مکان پاکستان ہاؤس گئے' جہاں مفتی صاحب اور دیگر حضرات ٹھہرے تھے' وہاں مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا بنوری سے بھی ملاقات ہوئی' یہ تینوں حضرات مصر کے مجمع البحوث الاسلامیہ کے دعوت پر مصر گئے تھے اور واپسی میں مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں۔ مصر کے دورہ اور وہاں کے حالات پر گفتگو رہی' پھر اکٹھے نیچے ایک ہوٹل میں آ کر چائے پی لی' یہاں پہلی بار مولانا بنوری کے معارف السنن جلد اول کا نسخہ دیکھا' جو ہماری روانگی کے بعد چھپ گیا تھا' ان شاء اللہ ان اکابر سے ملاقاتیں رہیں گی' یہاں ان کے رفیق مولانا تاج الاسلام صاحب مشرقی پاکستان سے بھی ملاقات ہوئی۔

دو اپریل۔ بدھ ۱۶/ذیقعدہ:

والد ماجد مدظلہ کا مکتوب ملا۔ صبح مولانا بنوری کے ہاں بیت غلام محمد (پاکستان ہاؤس) گیا۔ حضرات ثلثہ سے بات چیت رہی' پھر ان کے ساتھ مولانا عبدالغفور مدنی کے مکان پر آئے' بڑی پرلطف گفتگو رہی۔

مولانا بنوری کے اسفار حج کی روح پرور باتیں: مولانا بنوری مدظلہ نے مدینہ منورہ میں پہلی حاضری کے واقعات سنائے اور کہا کہ یہاں شیخ حمیدی سے ملاقات ہوئی' انہوں نے ایک گدھا گاڑی کا انتظام کیا ہر طرح سہولتوں سے آراستہ تھی' قالین تکیے کھانے پینے کا سامان کر رکھا تھا اور ۱۴ دن تک مدینہ منورہ کے تمام مقدس مقامات اور آثار دیکھنے کا موقع ملا۔ پھر مولانا نے بڑے ترنگ میں آ کر فرمایا کہ **وکذلک مکنا لیوسف فی الارض**۔ (آیۃ قرآنی میں حضرت یوسفؑ کا زمین پر تمکنت کا ذکر ہے' مولانا نے اسمی شراکت یوسف سے عجیب استشہاد کیا) اور فرمایا

---

(۱) گورنر ملک غلام محمد کی قبر یا مقام عبرت : پاکستان کے ایک سابق گورنر ملک غلام محمد کا بھی سکندر مرزا کی طرح پاکستان کی بربادیوں میں بڑا حصہ ہے اللہ کی شان کہ باہمہ کراہتوں کے انہیں قرب حرم نبوی میں مکان حاصل کرنے کا شوق ہوا' یہ مکان سعودی گورنمنٹ نے مسجد نبوی کے باب جبرئیل کے بالکل قریب مہیا کیا' جہاں اسوقت حضور اقدسؐ کے اولین میزبان سیدنا ابوایوب انصاری کا بھی مکان تھا (جواب توسیع کی نذر ہو گئے) ملک غلام محمد کو یہاں قیام نصیب نہ ہو سکا۔ مگر یہی گھر اس وقت پاکستان ہاؤس کہلایا۔ اللہ کی بے نیازیوں کا ظہور اسطرح ہوا کہ ملک غلام محمد کو کراچی کے گورا قبرستان میں جگہ ملی' جو جناح ہسپتال سے باہر شاہراہ فیصل پر واقع ہے اور یہ عبرتناک منظر مجھے بہت عرصہ قبل کراچی کے ایک سفر کے موقع پر صدیق حمیم مولانا مفتی تقی عثمانی نے دکھلایا کہ اس قبرستان کی چاردیواری میں اسی جگہ ایک شگاف پڑا جہاں ملک صاحب کا مزار تھا' اب راہ چلتے گزرتے لوگوں کو کبھی پیشاب کی ضرورت پڑھ جاتی تو ہمارے جینز اور پتلون پہنے ہوئے مغربی لباس میں ملبوس راہ نوردوں کو یہ جانے بغیر کہ یہ کسی کے مزار کا سرہانہ ہے' کھڑے کھڑے پیشاب سے چھٹکارا حاصل کرنا پڑا۔ یہ منظر فاعتبروا یا اولی الابصار کا ایک جاگتا نمونہ ہے

کہ اسی طرح ہر جگہ اللہ تعالیٰ میرے لئے غیبی اسباب پیدا کر دیتا ہے(۱)۔اس کے بعد مولانا عباسی مولانا بنوری اور مفتی محمود صاحب کے ساتھ خواجہ صادق مجددی کے ہاں ان سے تعزیت کرنے گئے' جن کا جوان سال بیٹا کابل میں شہید کر دیا گیا تھا اور میں مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا تاج الاسلام کے ساتھ مولانا بدر عالم کے ہاں گیا' وفد نے مصر کے کوائف اور حالات پر روشنی ڈالی اور پھر ایک حدیث ابن مسعود معوذتین میں لفظ قل کی تلاوت پر گفتگو رہی۔

اپنی پستی اور مولانا بدر عالم کا آخری جملہ: مولانا نے علماء کی استعداد اور صلاحیت کو بڑھانے اور جدید مسائل پر ریسرچ بورڈ سے تحقیق کرانے کی ضرورت پر زور دیا رخصت ہونے لگے تو ان کا آخری جملہ مجھ سے یہ تھا کہ (**والتم فی المعراج**) اپنی پستی کو دیکھ کر اس جملہ پر پانی پانی ہوگیا اور کافی سوچ بچار کے باوجود اپنے بارے میں اس جملہ کی حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔بعد از عصر حضرت عباسی کے ہاں مراقبہ وارشاد سے مستفید ہوا____

۰۳ راپریل۔جمعرات ۱۷ر ذیقعدہ: صبح ۳ بجے مولانا بنوری اور مفتی محمود صاحب کے ہاں گیا۔

فتن مدینہ اور اہل مدینہ کی ایمانی پختگی: بنوری مولانا حدیث____ **ان الاسلام لیأ رزالی المدنیة کما تارزالحیة الی حُجرھا** پر گفتگو کر رہے تھے اور مدینہ میں فتن اور نئے دور کے تعیشات پر بات رہی اور فرمایا کہ حضور نے مدینہ میں فتن متتالیہ (پے در پے فتنوں کی یلغار) کے نزول اور ورود کی پیشگوئی کی تھی پھر بھی اس کے باوجود یہاں کے لوگ ایمان کے سخت ترین رشتے اور رسی سے مضبوطی سے بندھے ہوئے ہیں اور جگہوں (مقامات) میں معمولی رکاوٹ سے یہ رشتہ کچے دھاگے کی طرح کٹ جاتا ہے' پھر یہاں جناب منظور حسین صاحب' مہاجر مدنی تشریف لائے' کافی دیر تک مدینہ کے انوار و برکات کا ذکر ہوتا رہا____ پھر مولانا حامد میاں بھی تشریف لائے اور تصوف کے موضوع پر ان حضرات کی باتیں نماز تک جاری رہیں۔اس مجلس میں مولانا خدا بخش ملتانی (بانی مدرسہ قاسم العلوم ملتان) کی بھی زیارت ہوئی____

---

(۱) اس سفری ڈائری میں ابتداء سے مولانا بنوری کی شفقتوں اور صحبتوں کا ذکر چلا آ رہا ہے مجھے اس پہلے سفر کے چار پانچ سال بعد مارچ ۱۹۶۹ء میں دوسرے سفر حج کا موقعہ تو اس سفر کا آغاز ہی مولانا مرحوم کی معیت میں ان کے مکان سے ہوا' اور یہیں سے احرام باندھا حضرت اقدس کے وصال کے بعد ماہنامہ ''بینات'' کے حکم پر مجھے حضرت کے بارہ میں جو تاثرات لکھنے پڑے اس میں میں نے ان ہی اسفار کے بارہ میں اپنے احساسات ظاہر کئے' جو بینات کراچی نے مولانا کے بارہ میں شمارہ خاص محرم تا ربیع الاول ۱۳۹۸ھ جنوری'فروری ۱۹۷۸ء میں سفر حج کی چند یادیں کے نام سے شائع ہوئے۔مناسب یہ ہے کہ اس کا پورا اقتباس یہاں دے دیا جائے کہ دیار حبیب ﷺ اور حرمین سے ہی اس کا تعلق ہے۔____

((اس سفر حج میں ابتداء سے آخر تک اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے شفقتوں اور عنایتوں سے نوازا' کراچی میں ویزا کرنسی وغیرہ تمام مسائل میں حضرت نے وہ وہ توجہات فرمائیں کہ اب سوچتا ہوں کہ اگر حضرتؒ کی عنایتیں نہ ہوتیں تو شاید ہم اس سعادت سے بہرہ ور نہ ہوتے۔ہم لوگ رمضان میں براستہ الخمر اور الریاض مدینہ منورہ پہونچے' (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قاری ابراہیم ختنی:

بعد از ظہر آج پھر باران رحمت کا نزول ہوا۔ نماز عصر کو جاتے ہوئے حضرت مولانا عباسی نے مسجد نبوی کے باب عمر پر یہاں کے مشہور قاری ابراہیم صاحب بخاری سے ملایا اور بڑے زوردار الفاظ سے میرا تعارف کرایا' قاری ابراہیم ختنی اور چینی ہیں اس سے پہلے مدرسۃ الشرعیہ میں پڑھاتے تھے' بعد از عصر حرم شریف میں حضرت قاری محمد طیب صاحب سے ملاقات ہوئی' مختصر گفتگو رہی اور کسی وقت ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش کا ذکر کیا۔ علامہ شیخ محمود طرازی سے ان کے مکان پر مولانا حامد فرغانی کی معیت میں تفصیلی ملاقات رہی۔

(گزشتہ سے پیوستہ) حضرت بنوریؒ قاہرہ کے مجمع البحوث الاسلامیہ کی پہلی دعوت پر مصر تشریف لے گئے' اور یکم اپریل ۱۹۶۴ء کو واپسی میں مدینہ طیبہ تشریف لائے' حضرت مولانا مفتی محمود صاحب' حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا تاج الاسلام (مشرقی پاکستان) ان کے ہمراہ تھے' یہ وفد مسجد نبوی کے قریب پاکستان ہاؤس میں مقیم ہوا۔ جو اس وقت غلام محمد ہاؤس کہلاتا تھا' ہم لوگ خدمت میں حاضر ہوئے تو مولانا بنوریؒ اور حضرت مفتی صاحب نے سفر قاہرہ کے حالات سنائے۔ ''معارف السنن'' کی جلد اول کا نسخہ ہماری روانگی کے بعد چھپ گیا تھا اور پہلی بار یہاں مولانا بنوریؒ کے ہاں دیکھا___ حضرت بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہ نے مدینہ منورہ میں اپنی پہلی حاضری اور بے سروسامانی کے باوجود وہاں کے شیخ حمیدی سے ملاقات اور ان کے الطاف وعنایات کا ذکر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے غیب سے کس کس طرح مدد فرمائی۔ فرمایا کہ' شیخ حمیدی کے ساتھ نہایت آرام وراحت اور آراستہ وپیراستہ سواری میں بیٹھ کر پہلی حاضری مدینہ طیبہ کے دوران تیرہ' چودہ دن تک میں نے مدینہ طیبہ کے آثار مبارکہ کی تفصیلی سیاحت کی' اپنے طویل اسفار کے دوران قدرت کے ایسے ہی غیبی دستگیریوں کو بیان کر کر کے حضرت بنوریؒ فرمایا کرتے تھے۔ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض اس سفر میں حضرتؒ کی معیت آخر تک نصیب رہی' یہاں تک کہ میدان عرفات میں وقوف کی سعادت بھی انکے ساتھ نصیب ہوئی' ان سب حضرات کے معلم سید مکی مرزوقی تھے جو ہمارے بھی معلم تھے میدان عرفات میں ان حضرات اکابر کے علاوہ امیر التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی بھی اسی معلم کے خیموں میں فروکش تھے اور میدان سعادت میں ایسا قران السعداء سونے پر سہاگہ کا کام دے رہا تھا' اب وہ دن اور وہ منظر خواب سا لگتا ہے۔

خزاں رسید وگلستان ہماں جمال نماند   سماع بلبل شوریدہ رفت وحال نماند

نشانہ لالہ ایں باغ از کہ مے پرسی   بروکہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

اپنی حرماں نصیبی اور تہی دستی جتنی زیادہ تھی' اتنا ہی قدرت نے فیاضی کے ساتھ ایسے مواقع غنیمت سے نوازیں۔

میرا دوسرا سفر حج: اپنے دوسرے سفر حج کے دوران تو حضرت بنوریؒ کی رفاقت ابتداء ہی سے نصیب ہوگئی۔ غالباً ۲۹' مارچ ۱۹۶۹ء کو ہم نے حضرت بنوریؒ کے ساتھ ان کی قیام گاہ کراچی سے احرام باندھا' تلبیہ احرام اور دعاؤں میں شریک ہوئے' دس گیارہ بجے دن کو جہاز نے کراچی سے پرواز کی' ابھی جہاز کراچی شہر پر چکر لگا رہا تھا کہ اناؤنسر نے محتاط رہنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ چند منٹ میں فنی خرابی کی وجہ سے دوبارہ کراچی ائرپورٹ پر اتریں گے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے' اس لئے تمام عازم حج میں جو سب احرام میں تھے' نہایت پریشانی اور سراسیمگی دوڑ گئی۔ یہ پریشانی رفتہ رفتہ بڑھتی گئی کہ جہاز کراچی کے سمندر پر چکر کاٹ رہا' چند منٹ تقریباً (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(گزشتہ سے پیوستہ) آدھ گھنٹہ میں بدل گئے' بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اتنے بھاری جہاز میں جدہ تک چلنے کیلئے جتنا ایندھن ڈالا گیا ہے' اتنے وزن کیساتھ جہاز کا اترنا مشکل ہے اور اب جہاز اپنا وزن کم کرنے کی کوشش کر رہا ہے' بہرحال حضرت بنوریؒ پر مکمل اطمینان اور سکون چھایا ہوا تھا' میں ان کا ہم نشین تھا۔ مجھے بھی تسلی دیتے رہے اور کہا کہ گھبرائیں نہیں سورۃ قریش کا ورد کرتے رہیں سکونِ خاطر ہوگا۔___ بہرحال جہاز اللہ کے فضل سے بخیریت واپس اتر گیا' ہم لوگ اب پی آئی اے کے مہمان تھے' جس کی انتظامیہ حضرت بنوریؒ سمیت ہم تمام حجاج کو جو ایک سو بہتر کے لگ بھگ تھے' ائرپورٹ کے قریب جدید طرز کے ہوٹل ڈمڈوے ہاؤس لے گئی۔ دوپہر کے کھانے کے انتظام میں ابھی وقت لگ رہا تھا' ڈمڈوے ہاؤس کا وہ خوبصورت ہال جو اس سے قبل رقص وسرور کی ظلمتوں میں ڈوبا ہوتا تھا' اس ہال کے ڈائس پر حضرت بنوریؒ تشریف فرما تھے اور لاؤڈ سپیکر سے مناسک حج اور اس راہ کی نزاکتوں اور ذمہ داریوں پر خطاب شروع فرمایا' یہ ہال اب لبیک اللھم لبیک کی پرکیف صداؤں سے گونجنے لگا۔ شام کو دوسرے جہاز پر ہم لوگ روانہ کردیئے گئے' سفر کے دوران بھی حضرت بنوریؒ نے جہاز کے مائیک پر کچھ دیر کیلئے خطاب فرمایا___ رات کو کسی وقت جدہ پہنچنے کے بعد حضرت بنوریؒ کے ساتھ موٹر ٹیکسی لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے' اور غالباً دو تین بجے رات ہم حضرت بنوری قدس اللہ سرہٗ کے ساتھ طواف وسعی سے فارغ ہوئے۔ اس سفر کا ایک عجیب وغریب واقعہ مجھے نہیں بھولتا جو مولانا بنوری قدس سرہ کا حضرت حق جل مجدہ سے خاص تعلق کا مظہر ہے' اور ناز کا ایک ایسا انداز ہے' جس کا مظاہرہ محبت وعشق کے تمام مراحل طے کر کے مقام محبوبیت پر فائز ہونے والے خوش قسمت بندے ہی کر سکتے ہیں___ اللہ تعالیٰ نے مولانا کیلئے حرمین الشریفین کا راستہ غیب سے کھول دیا تھا' عموماً آپ ہر سال حج اور رمضان شریف میں عمرہ اور مسجد نبوی کے اعتکاف کی سعادت حاصل کرتے۔ آخر وقت تک کوئی پروگرام متعین نہ ہوتا' مگر میعاد وصال قریب ہوتے ہی آپ کا آتشیں جذبہ شوقِ وصل ایسا بھڑک اٹھتا کہ حالات اجازت نہ بھی دیتے' مگر آپ سب کام چھوڑ چھاڑ کر آستانہ یار پر جبیں نیاز خم کرنے پہنچ جاتے___ آخری سالوں پر ضعف ونقاہت بڑھ گئی تھی' اور گھٹنوں میں شدید درد کی وجہ سے چلنا پھرنا اور کسی اونچے مکان یا زینے پر چڑھنا بہت مشکل ہوتا' ادھر موسم حج میں ہر سال حجاج کے اژدہام میں بے حد اضافہ ہوتا رہا' اسی سفر میں نماز عصر سے قبل میں نے حرم کے قریب مولانا کے مستقر پر حاضری دی' آپ خوقیر کے مکان پر ٹھہرے تھے' وہاں سے نماز عصر کیلئے چل پڑے' مولانا بڑی مشکل سے اژدہام میں راستہ نکالتے ہوئے چلتے رہے' حرم شریف پہنچے تو جماعت تیار تھی اور ہمیں حرم سے باہر سڑکوں پر صفوں میں جگہ ملی' نماز کے بعد گھٹنوں کے درد سے نڈھال ہانپتے کانپتے حرم شریف میں داخل ہوئے' گھٹنوں اور جوڑوں کے درد حجاج کی دھکم پیل' اونچے نیچے ڈھلوانوں پر چڑھنا' اترنا' مولانا کیلئے اب موسم حج کی یہ تکالیف ناقابل برداشت تھیں' یہ حالات تھے کہ ہم اندر حرم شریف میں داخل ہوئے' مولانا پر عجیب حالت جذب طاری ہوگئی۔ اور شان دلربائی سے دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر مجھے کہا کہ آپ بھی آمین کہیں۔ فرمایا "یا اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ مجھے تیرے اس گھر سے کیسا تعلق ہے؟ مگر اب میں بالکل عاجز اور بے بس ہوگیا ہوں' میری حالت آپ دیکھ رہے ہیں' اب حج پر آنا میرے بس کی بات نہیں' آئندہ مجھے حج پر نہ لائیے دوسرے موقعوں پر حاضری دیا کروں گا۔" وہاں سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ تم نے آمین کہی تھی؟ میں نے کہا کہ بالکل نہیں' آپ کی دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی' آپ کو کھینچ کر یہاں لایا جائیگا۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اولاد کی تربیت' اخلاق وترویج اور محبت میں اعتدال

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم. والذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذریتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما

(سورۃ فرقان آیت)

ترجمہ: اور یہ وہ لوگ ہیں جو دعا کرتے رہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہمیں پرہیزگاروں کا سردار بنادے۔

وعن ابی سعید وابن عباس رضی الله عنهم قالا قال رسول الله ﷺ من ولدله' ولد فلیحسن اسمه' وادبه ' فاذا بلغ فلیزوجه فان بلغ ولم یزوجه فاصاب الماً فانما المه علی ابیه (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا بچہ پیدا ہوا اور اس کی اچھی تربیت کرے پھر جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کا نکاح کردے اگر بالغ ہونے کے بعد بھی (لاپرواہی اور غفلت سے) اس کا نکاح نہیں کیا اور اس سے گناہ کا ارتکاب ہوا تو اس کا گناہ اس کے باپ کے ذمہ ہوگا۔

اسلامی معاشرہ کی تشکیل: قرآن کریم جس میں ہمارے انفرادی واجتماعی کامیابی ونجات دارین کے ایسے پندونصائح بھرپور انداز میں موجود ہیں جن پر اگر غور وعمل کیا جائے تو مسلمانوں کی عزت گزشتہ' فضل وکمال' وحدت واجتماع' آپس میں الفت ومحبت کو دوبارہ حاصل کرنا ممکن ہوسکتا ہے۔ اس کیلئے نفسانی خواہشات کے حصار سے نکل کر اسلام اور اللہ کے خاص بندوں والے صفات پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ مسلم معاشرہ کے اپنے آپ کو فرد کہلوانے والے کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلام کے تربیت واصلاح اخلاق کے نظام کو سب سے پہلے اپنے آپ پر لاگو کرکے اپنی اولاد' اہل خانہ کیلئے ایک بہترین نمونہ بن جائے تو ایسا معاشرہ ایک بار پھر وجود میں آسکتا ہے جو قرآن کریم واحادیث نبوی ﷺ کے تعلیمات کے مطابق حقیقی معنوں میں مومنین ومسلمین کا معاشرہ ہوگا۔ مگر افسوس کہ ہم نے اسلام جیسے کامل ومکمل فطرت کے عین مطابق' زندگی کے ہر شعبہ پر احاطہ اور مشکلات کا حل پیش کرنے والے دین سے راہنمائی

حاصل کرنا چھوڑ کر دنیا اور آخرت کی تمام بربادیاں ایک طرف، اپنے مختصر کنبہ کی حالت یہ کہ باپ اولاد سے نالاں اولاد والدین سے متنفر ایک عجیب بے دینی، بے چینی، نفرت اور افراتفری کا سماں برپا ہے۔

<u>قرآن اور اسوۂ حسنہ:</u> ام المومنین حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ کے بارہ میں پوچھا گیا جواب میں فرمایا "کان خلقہ القرآن" یعنی جو قرآن مجید میں الفاظ کی شکل میں ہے وہ مکمل طور پر آنحضرت ﷺ کی سیرت میں موجود تھا، قرآن میں جہاں قرابت داروں غریبوں، بیواؤں، مسکینوں وغیرہ کی امداد کا حکم دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے خود عمل کیا۔ بھوک کی اذیت کو خود برداشت کر کے دوسروں کو کھلایا۔ قاتلوں، دشمنوں کو معافی کی ترغیب دے کر سب سے پہلے اپنے، اپنے چچا کے دشمنوں اور قاتلوں کی معافی کا اعلان فرمایا۔ رب کائنات نے سورۃ فرقان میں اپنے مقبول اور نیک بندوں کی جو نشانیاں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک نشانی آیت نمبر ۷۴ آپ کی خدمت میں سنا چکا ہوں، ان تمام مخصوص صفات و علامات کے سب سے پہلے آنحضرت ﷺ حامل بن کر قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اعلیٰ نمونہ بنے، نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف اپنے گھرانے، عزیزوں، قرابتداروں، گردونواح بلکہ ایک بہت بڑے خطہ ارضی پر اسلام کا بول بالا ہو کر کفر و شرک اور ظلم و ناانصافی کے ستائے ہوئے لوگوں نے چین اور سکھ کا سانس لیا۔

<u>اولاد امانت ہے:</u> اولاد کے حقوق اور تربیت کا ذکر کافی دنوں سے کر رہا ہوں اسی سلسلہ میں خطبہ کے ابتداء میں برگزیدہ بندوں کے خصوصیات میں ایک خاصیت مالک الملک نے یہ بیان فرمائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے وہ ہیں جو اپنی اولاد اور اہل خانہ کیلئے رب کے حضور یہ دعوات کرتے ہیں کہ یا اللہ میری اولاد اور ازواج کو میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک، سکون بنادے، مسلمان والدین کیلئے اس سے بڑھ کر ٹھنڈک اور کیا ہوگی کہ ان کی اولاد ماموارت پر عمل کرنے والے اور گناہوں سے محفوظ رہیں۔ یہ دعا تب نتیجہ خیز ہوگی کہ یہی اللہ کے مقبول بندے اپنے نفس کی اصلاح کیساتھ ساتھ اپنی اولاد کی بھی اصلاح اخلاق، اعمال کی درستگی کی طرف بھی مسلسل متوجہ رہیں۔ اولاد والدین کے پاس اللہ کی امانت ہوتی ہے، بچپن ہی سے جبکہ اس کا دل وسینہ گناہوں اور دنیا کے ھموم وغموم اور ناجائز خواہشات سے خالی ہوتا ہے، نیکیوں کا عادی بنا کر اسکے صاف و شفاف دل کو اعمال خیر کا عادی اور برے اعمال و عادتوں کا خوگر بنایا جائے، کان میں اذان واقامت کہنے، بہترین اسلامی نام رکھنے، سب سے پہلے کلمہ شہادۃ سکھانے، سات اور دس سال کی عمر کے دوران

<u>نماز کے بعد تربیت اخلاق:</u> اسلام کے اہم عبادات نماز کا حکم دینے کیساتھ اخلاقی تربیت کی طرف بچے کی توجہ دلانا، والدین کی اہم ذمہ داری ہے۔ جس کی ابتداء گھر ہی سے کرنا ضروری ہے۔ گھریلو ماحول اسلامی احکامات وماموارت کے مطابق ہو، اگر تربیت کی ذمہ داری جن حضرات کے کندھوں پر پڑتی ہے وہ خود بے دین، حق و صداقت سے عاری، معمولات زندگی کی عمارت جھوٹ پر قائم ہو۔ گھر میں خواہشات نفس کی تابعداری اور منکرات اور اعمال بد کا

دور دورہ ہو تو خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر کے مصداق آپ حضرات خود اندازہ کریں کہ بچہ جس کی فطرت میں نقالی ہے۔کس رنگ میں رنگا جائے گا۔

جھوٹ بدترین برائی ہے: گھر کے معاملات چلانے میں اگر سرپرست سچ وجھوٹ میں امتیاز کیے بغیر ہر معاملہ میں جھوٹ کا سہارا لیں جبکہ جھوٹ بولنا ایسا گناہ ہے جو انسان کو جہنم پہنچا دیتا ہے۔جبکہ محسن انسانیت ﷺ کا ارشاد ہے:

عن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ ان الصدق یهدی الی البر و ان البر یهدی الی الجنة. و ان الرجل لیصدق حتی یکتب عندالله صدیقا و ان الکذب یهدی الی الفجور و ان الفجور یهدی الی النار و ان الرجل لیکذب حتی یکتب عندالله کذابا (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ سچ بولنا نیکی کے راستہ پر ڈال دیتا ہے اور نیکی جنت تک پہونچا دیتی ہے۔آدمی سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔اور بلاشبہ جھوٹ برائی کے راستہ پر ڈال دیتا ہے اور برائی اس کو دوزخ تک پہونچا دیتی ہے۔

آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے' یہاں تک کہ اللہ کے ہاں بھی اس کو کذاب جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا: جھوٹ نہ صرف شرعی ودینی لحاظ سے بدترین برائی ہے بلکہ عرف واخلاق ومعاشرہ اور سوسائٹی میں اس عمل کو بدترین نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے حتی کہ سرکار دوعالم ﷺ نے مسلمان اور جھوٹ کو دو متضاد امور قرار دیئے ہیں۔ **عن صفوان بن سلیم رحمه الله انه قال . قیل: لرسول الله ﷺ ایکون المؤمن جبانا؟ فقال نعم فقیل له' ایکون المؤمن بخیلا فقال نعم. فقیل له' ان یکون المؤمن کذابا؟ قال لا.**

ترجمہ: حضرت صفوان ابن سلیم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ مومن بزدل ہوسکتا ہے۔آپ نے فرمایا ہوسکتا ہے پھر پوچھا گیا کہ کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا ہوسکتا ہے۔پھر پوچھا گیا کہ کیا مسلمان جھوٹا ہوسکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ مؤمن پیدائشی طور پر کئی عادات وخصلتوں کا حامل ہوسکتا ہے مگر اس میں خیانت اور جھوٹ جیسی بری عادات نہیں آسکتیں۔

جھوٹ سے فرشتوں کو نفرت ہے: یہ بات یاد رکھیں کہ اگر مالک الملک نے جہاں ہر مسلمان کے خیر وشر کو لکھنے کیلئے اس ڈیوٹی پر اس کے ساتھ فرشتے مقرر فرمائے تو وہاں اسکی حفاظت کیلئے بطور رحمت ونعمت بھی ان نفوس قدسیہ کو مامور فرمایا۔تو جس شخص ومقام میں جھوٹ آجائے وہاں سے وہی رحمت کے فرشتے کوسوں دور چلے جاتے ہیں۔

فرمان مصطفی ﷺ ہے: **عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال قال رسول الله ﷺ اذا کذب العبد تباعد عنه الملک میلاً من نتن ماجاء به (رواه الترمذی)**

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو کی وجہ سے (حفاظت کرنے والے) فرشتے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔

جب والدین سچ بولیں: غور کا مقام ہے اس بدترین گناہ کا اثر کس قدر خوفناک صورت میں سامنے آتا ہے کہ یہ فرد تو کیا اس جھوٹ کی بدبو سے اس گھر میں موجود افراد حفاظت کرنے والے فرشتے کی موجودگی سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ باری تعالیٰ نے جھوٹوں کیساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔ **یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونو مع الصادقین** ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔'' اپنے اور گھر کے تمام افراد بلکہ پوری عمر کے فلاح ونجات کیلئے انتہائی بیش قیمت نسخہ کا۔''

ارشاد احکم الحاکمین نے فرمایا: کیونکہ اسی سچ بولنے کے نتیجہ میں مسلم معاشرہ کی نجات اور اس کی جگہ جھوٹ بولنے میں ہلاکت و بربادی ہے۔ والدین اگر اپنے کردار کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں جس میں سچ بولنے کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اپنی اولاد کے سامنے دیندار افراد بن کر اپنے آپ کو بہترین ماڈل کے طور پر پیش کریں تو اولاد کا سب سے پہلے معاشرہ کے جن افراد سے واسطہ پڑ کر ان سے متاثر ہوتا ہے، وہ والدین ہی ہیں ان کے راستے پر بچپن سے چلنے کی کوشش کریگا، اگر والدین نے جھوٹ کا راستہ اپنایا ہے تو اولاد بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی آئندہ زندگی کا ڈھانچہ جھوٹ ہی پر بنانے اور اپنانے کی کوشش کرے گی۔ بچے کو جب گھر کا ماحول ہی ایسا ملے گا وہ تو عقل وشعور کی ناپختگی اور عدم تربیت کی وجہ سے یہی سوچے گا کہ کامیاب راستہ وہی ہے جو میری تربیت کرنے والوں نے اختیار کیا ہے۔

مرشد اعظم ﷺ کی تو واضح ہدایت ہے کہ جب بچہ سے بھی وعدہ کرو اس کا بھی ایفاء کرنا ہے۔

تربیت کنندگان کو اپنے بچوں اور اولاد کے سامنے مذاق یا کسی کام کی طرف رغبت اور توجہ دلانے کے لئے بھی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے۔ **عن عبداللہ بن عامر قال قال دعتنی امی یوما و رسول اللہ ﷺ قاعد فی بیتنا فقالت ھا تعال أعطیک فقال لھا رسول اللہ ﷺ ما اردت ان تعطیہ قال اردت ان اعطیہ تمرا فقال لھا رسول اللہ ﷺ اما انک لولم تعطیہ شیئاً کتبت علیک کذبۃ** (رواہ ابی داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ لو آؤ میں تم کو (ایک چیز) دوں گی۔ اس وقت حضور ﷺ ہمارے گھر میں موجود تھے۔ حضور ﷺ نے میری والدہ سے پوچھا تم نے اس کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس کو ایک کھجور دینا چاہتی تھی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یاد رکھو اگر تم اس کو کچھ نہ دیتی تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

جھوٹ کی لاشعوری تربیت کی مضرتیں: جیسے کہ معاشرہ میں ایک معمول بن کر اسے گناہ سمجھنا تو کیا اولاد کی تربیت کے اصول سے متصادم سمجھنے والے کو آج کے عقل مند بے وقوف سمجھے گا کہ بھائی میں نے صرف مذاق کے طور پر

اسے اپنے پاس آنے کیلئے کسی چیز دینے کی ترغیب دی اسے بھی گناہ سمجھنے والے کو تنگ نظر مولوی اور کیا کیا القاب سے نوازا جاتا ہے اور عقل سے عاری یہ روشن دماغ لوگ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ میرا یہ معمولی سمجھنے والا جھوٹ اس بچے کے ذہن ودماغ کو جھوٹ کا عادی بنا سکتا ہے۔ ہمارے ہاں آج کوئی اہتمام مسلمانوں میں نہیں کہ ہم پر اولاد کے حقوق کے سلسلہ میں جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس میں انتہائی ضروری یہ بھی فریضہ ہے کہ ان کو سچائی کی ترغیب اپنے قول وفعل سے ان کو جھوٹ کی عادت سے بچایا جائے۔ بدقسمتی سے بچپن ہی سے دانستہ یا غیر دانستہ جھوٹ کی راہ پر چلانے کی کوشش جاری رہتی ہے۔ دستک یا گھنٹی بجنے پر جب بچہ دروازے پر پہونچ کر آنے والا اس والد یا سرپرست کی موجودگی کا پوچھتا ہے' بچہ جب آکر اپنے مربی کو اطلاع دیتا ہے کہ فلاں شخص آپ سے ملنے آیا ہے' جب یہ صاحب اس سے ملنا نہیں چاہتا' بلاخوف وتامل بچے کو کہہ دیتا ہے کہ واپس جاکر اس شخص کو کہہ دو کہ میرا باپ گھر پر موجود نہیں۔ وہ بھی جاکر یہی جملہ تو کہہ دیتا ہے مگر تربیت کی ذمہ داری جس کو سونپی گئی ہے اس کو رتی بھر یہ احساس نہیں کہ میری اس حرکت کا اس کچے ذہن والی اولاد پر کیا اثر مرتب ہوگا۔ یہیں سے شعوری یا غیر شعوری طور پر جھوٹ کی پٹری پر چڑھایا گیا۔ بچہ تو ناسمجھ ہوتا ہے کئی دفعہ دروازے پر موجود شخص کے پاس جاکر اسے کہہ دیتا ہے کہ میرے فلاں مربی نے کہا کہ ملنے والے کو کہہ دو کہ وہ گھر میں موجود نہیں۔ دوسرے کو دھوکہ دینے اور ٹالنے کی بجائے خود بھی ذلت اور رسوائی سے دوچار ہوجاتا ہے' سلف صالحین نے اپنے بچوں کو سچ کا عادی بنانے کیلئے کیا کیا جتن اور اصول اپنائے۔ آج ہم اکابر کے ان زریں واقعات کو چھوڑ کر یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنے جیسے اعلیٰ ومقدس روایات ہمارے دین اور دینی تربیت ہی کے بلند وبالا اصول ہیں نہ کہ موجودہ دور کے عیسائیوں' یہودیوں یا غیر مسلموں کے' ہمارا کام صرف یہ کہنا رہ گیا ہے' کہ غیر مسلم بالکل جھوٹ نہیں بولتے اور مسلمان جھوٹ بولتے ہیں جبکہ یہ خوبیاں ہماری بے حسی کی وجہ سے غیر مسلموں نے ہم سے چھینی ہیں اور اپنے اعمال بد کو ہمارے سامنے آراستہ وخوبصورت بنا کر ہمیں ان کا عادی ودلدادہ بنا دیا ہے' ہماری اس بے راہ روی پر ہمیں خود اپنے آپ پر ماتم کرنا چاہیے بجائے اس کے کہ پہلے دوسرے کو مورد الزام ٹھہرائیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بچپن کا دلچسپ واقعہ: شریعت کی تعلیمات پر یقین کرنے والے بزرگوں نے اپنے اولاد کی تربیت اس انداز سے کی کہ طفولیت ہی کے دور سے اولاد کے عمل کرنے کی وجہ سے بڑے بڑے مفسدوں' فاسق وفاجر لوگوں کی زندگی میں ان کو دیکھ کر عجیب وغریب دینی انقلاب رونما ہوتے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بچپن میں حصول علم کیلئے مکہ مکرمہ سے بغداد کے ارادہ سے روانہ ہوئے رخصتی کے وقت ماں نے اخراجات کیلئے چالیس دینار دینے کیساتھ ہمیشہ سچ بولنے کا وعدہ لیا راستہ میں ڈاکوؤں نے روکا ایک ڈاکو کے پوچھنے پر میں نے سچ کہتے ہوئے کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں میرے اس بیان کو مذاق سمجھ کر مجھے چھوڑ دیا۔ اس کے دوسرے ساتھی نے بھی مجھ سے وہی

سوال کیا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے وہی پہلا والا جواب دیا وہ مجھے اپنے سردار کے پاس لے گئے۔اس سوال پر بھی میں نے اپنا پہلا والا سچ یہاں بھی دوہرایا۔اس نے مجھ سے میرے بار بار سچ پر اصرار کرنے کی وجہ پوچھی میں نے اسے اپنی ماں سے سچ بولنے کے وعدے کا ذکر کیا کہ کہیں ماں سے کیا ہوا وعدہ توڑنے کا مرتکب نہ ہو جاؤں۔میرے اس وعدہ خلافی نہ کرنے کا سن کر وہ گھبراہٹ کی حالت میں چیخنے لگا کہ تم تو اپنی والدہ سے کئے ہوئے وعدہ کا اتنا خیال کر رہے ہو اور میں اللہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑ کر اوروں کے مال میں خیانت سے نہیں ڈرتا۔شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہاتھ اللہ سے توبہ تائب ہو کر اپنے ماتحتوں کو لوگوں کا لوٹا ہوا تمام مال واپس کرنے کا حکم دیا۔سچ بولنے کی برکت دیکھئے کہ نہ صرف ان کا سردار ڈاکہ زنی سے توبہ کر گیا بلکہ اس کے حکم پر ڈاکہ ڈالنے والے اس کے تمام مقلدین بھی اس کی تقلید میں راہ حق کے متلاشی ہو کر عمر بھر کے لئے حق و سچ پر عمل کرنے والے بن گئے۔صحیح تربیت دینے والے کے اسلوب تربیت کا نتیجہ دیکھیں کہ وہ بچہ نہ صرف خود صحیح تربیت سے مالا مال ہوا بلکہ کئی دین و دنیا کے اعتبار سے بگڑے ہوئے جوانوں کیلئے ایک عمدہ اور بہترین نمونہ بن گئے۔خلاصہ یہ کہ بچوں کو اسلامی ماحول و معاشرہ میں پرورش کرانا نہ صرف اولاد کیلئے سودمند ہے بلکہ غلط تربیت اور گھر کے خراب ماحول کے اثر سے والدین بلکہ تمام خاندان کے لئے وبال جان اور مصائب و مشکلات پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔

اولاد سے محبت میں اعتدال: اولاد سے محبت کرنے کے بارے میں تفصیلی بیان کر چکا ہوں، محبت بھی ایسی ہو جو اسلام کے بتائے ہوئے اصول کے دائرہ کے اندر ہو نہ زیادہ سختی ہو اور نہ محبت کی آڑ میں بچوں کو ایسا آزاد اور بے لگام چھوڑا جائے کہ ان کا گزر اوقات ایسے بچوں سے ہو جائے جو غلط ہاتھوں میں جا کر بداخلاقی جھوٹ، چوری فضول خرچی، لہو ولعب اور عیش پرستی کی راہیں اختیار کر چکے ہوں اگر بچپن ہی سے روپے پیسے دینے کی فراوانی کر دی جائے، اگر کسی دن والدین کے ہاتھ تنگ ہوں، انکا مطالبہ جس کے عادی بن چکے ہوں، پورا نہ ہو سکے تو ناسمجھی کی وجہ سے گھر سے چوری سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔معمولی معمولی چوریاں شروع کر کے خطرہ ہے کہ خدانخواستہ جوانی کی دہلیز پر اس حالت میں اغل ہو جائے کہ اس سے بڑا ڈاکو بن جائے۔اگر والدین میں سے کسی ایک مثلاً باپ کو رشوت لیتے ہوئے ہوئے، چوری کرتے ہوئے دیکھ لے تو اولاد بھی ان کے ناجائز اور مجرمانہ اعمال کی طرف راغب ہو کر اپنے لئے جواز کی سند بنا لیتے ہیں۔اگر ان کی تربیت ان کو صراط مستقیم پر لا کر پالنا ہے تو والدین کیلئے ضروری ہے کہ اولاد کو جھوٹ بولنے، بات بات پر جھوٹے قسم اٹھانے سے بچاتے رہیں۔یہ تب ہوگا جب مربی سب سے پہلے اپنے عمل و گفتار سے یہ ثابت کرے کہ اس کا دل خدا کے خوف سے معمور ہے۔اسے دیکھ کر اولاد کے دل میں بھی خوف خدا بچپن ہی سے راسخ ہو کر بری عادات خصوصاً چوری، چغلی اور اس پرفتن دور کے نئے نئے خرافات اور گندگی سے بھرپور مجالس و محافل سے آئندہ محفوظ رہے گا۔

والدین کی نافرمانی کی اولاد بھی نافرمان ہوگی: اگر ماں باپ میں خود اتحاد، اتفاق اور محبت کا فقدان ہو،

ہر وقت مشت وگریباں اور ایک دوسرے کو گالم گلوچ سے گھر میدان کارزار بنا ہو' بدظنی اور بدگمانی کا دور دورہ ہو' نماز کی پابندی نہ ہو' فلمی اداکاروں' اداکاراؤں بے حیائی سے بھرپور فحش فلموں' ڈراموں' گانے سننے اور رقص وسرود کی محافل دیکھنے کا صبح وشام اہتمام ہو اور یہ نیم سمجھدار بچے بھی ان بڑوں کے گناہوں سے محظوظ ہو کر انکی ایک ایک حرکت کو نوٹ اور تمام اداؤں کو دیکھ رہے ہوں تو ایسے والدین کو یقین کر لینا چاہیے کہ انکی اولاد جن کو یہ نادان سمجھ رہے ہیں ''قرۃ عین'' یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں بلکہ انہی جیسی بنی گی۔

اولاد والدین کا پرتو: کئی بدقسمت ایسے والدین بھی ہیں جو اپنی اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کو ٹوکتے ہیں انکی بڑائی' عزت وعظمت کا قطعاً خیال نہیں رکھتے' ایسے والدین کے بارہ میں بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جو اپنے والدین (بڑوں) کا نافرمان ہو وہ کبھی بھی اپنی اولاد سے خوشی کا موقع نہ دیکھ سکے گا۔ ایک مشہور بزرگ ثابت بنانی'' فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی جگہ اپنے باپ کو مار رہا تھا' اسے کسی نے منع کرنے کی کوشش کی باپ کہنے لگا اسے کچھ نہ کہو میں بھی اپنے باپ کو یہیں پر پیٹا کرتا تھا اور مجھے بھی ایسا ہی بیٹا ملا ہے جو مجھے اسی جگہ مار رہا ہے۔ اسے ملامت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

کانٹے بونے والوں کو کانٹوں کی فصل ملے گی: مربی کو چاہیے کہ جیسے کبھی کبھی حد تمیز تک پہونچنے والے بچوں کو مسجد لے جانے کی تلقین کی گئی ہے' اس کے ساتھ اکابرین دین بزرگوں اور صلحا کی مجالس ومحافل سے ان کو روشناس کر دیا جائے تاکہ امت کے نیک شخصیات کو دیکھ کر ان کے عقل ودماغ میں ان کے ساتھ تعلق ومحبت کا رشتہ قائم ہونا شروع ہو جائے۔ یہ ذوق وشوق' سیکھنے اور عمل کرنے کے ابتدائی مراحل ہوتے ہیں۔ بعض' ناسمجھ سرپرست جدید دور کے روشن خیالی سے متاثر ہو کر ایسے مواقع اور مناظر اپنے اولاد کو دکھانے کیلئے بے تاب ہوتے ہیں۔ جہاں اجنبی مرد وعورتوں کا اختلاط' بے حیائی' فحش گوئی' نام ونہاد مادر پدر آزادی اور بے لگامی کا طوفان بدتمیزی جاری رہتا ہے' تو جب اولاد کو مغرب اور فسق وفجور کے اس اندھے تہذیب وتمدن سے والدین خود آشنا کرنے کی کوشش کریں تو کانٹے بونے والے کو آخر میں فصل کاٹتے وقت کانٹے ہی ملیں گے۔ فطری بات ہے کہ بچہ بھی بدترین اخلاق واعادت سیکھ کر اسلامی معاشرہ کے کندھوں پر ایک ناقابل برداشت بوجھ بن کر زندگی کے اگلے مراحل میں داخل ہوگا۔

انہی گناہوں کی دلدل سے بچنے اور ناجائز افعال میں مبتلا ہونے کے خوف سے محسن انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بچہ اور بچی شادی ونکاح کی عمر کو پہونچ جائیں تو ان کے لئے نکاح کا بندوبست کیا جانا چاہئے۔ اگر باوجود استطاعت کے والدین نے اپنی یہ ذمہ داری نہ نبھائی اور اولاد سے زنا وغیرہ جیسے قبیح جرم کا ارتکاب ہوا تو اس گناہ میں اولاد کے ساتھ ساتھ والدین بھی شریک ہوں گے۔

بچوں سے ایفاء عہد: رب ذوالمنن ہم اور آپ سب کو اپنے زیردست افراد کے صحیح وشریعت کے مطابق تربیت دینے کی ہمت وطاقت نصیب فرما کر دین متین پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ امین

مولانا سعید الرحمٰن ندوی٭
ناظم، فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور، بھارت

قرآن عظیم اور نظام کائنات

عالم طبیعی کی غیر معمولی وسعت اور خارجی زمینوں کی کثرت پر جدید اعجازی قرآنی بصائر

الحمد لله رب العالمین. والصلاة والسلام علی رسوله الکریم. اما بعد:

عصر حاضر میں فلکیاتی میدان میں علم انسانی نے غیر معمولی ترقی حاصل کرلی ہے، جس کی بدولت ہمارا تصور کائنات سرے سے تبدیل ہو چکا ہے۔ صرف ایک صدی قبل تک بھی ایک زمانہ وہ تھا جب کائنات اس قدر محدود و مختصر تھی کہ اس میں ہمارے نظام شمسی اور سادہ آنکھ کو نظر آنے والے مٹھی بھر ستاروں کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کائنات میں صرف ایک سورج، ایک زمین اور ایک چاند تھے۔ اور خود سترھویں صدی عیسوی تک بھی زمین اس کائنات کا مرکز ومحور شمار ہوتی رہی تھی۔ مگر بیسویں صدی میں مختلف اقسام کی طاقتور دوربینوں کی ایجاد اور اس کے نصف آخر کی پے درپے خلائی پیش قدمیوں کے باعث اس کائنات کا ایک بالکل دوسرا اور نہایت تابدار چہرہ رونما ہوا، جس کے نتیجے میں ہماری سابقہ کل کائنات ابھرتی ہوئی نئی کائنات کے ناقابل تصور وسیع وعریض اور گہرے سمندر کے مقابلے میں ایک ایسا حقیر سا تنکا نظر آنے لگی جس کی کوئی معنوی حیثیت ہی نہ ہو۔ چنانچہ انسان اس کائنات میں اب تک تقریباً ایک کھرب ایسی کہکشائیں دریافت کر چکا ہے جن میں سے ہر ایک میں ہمارے سورج جیسے یا اس سے بھی کئی گناہ بڑے کئی کھرب مزید سورج ہوتے ہیں۔ خود ہماری "ملکی وے" کہکشاں (Milky Way galaxy) جس میں ہماری زمین اور سورج اپنا وجود رکھتے ہیں کوئی چار کھرب دیگر سورجوں کا مجموعہ ہے۔ ملحوظ رہے کہ یہ عدد اس قدر عظیم اور حواس باختہ ہے کہ اگر صرف اسی ایک کہکشاں کے ان سورجوں کو ہماری زمین کے سارے انسانوں میں تقسیم کردیا جائے تو ان میں سے ہر ایک کے حصے میں کم از کم ساٹھ ایسے سورج آجائیں گے، جن میں سے ہر ایک ہماری زمین سے اوسطاً دس تا پندرہ لاکھ گناہ بڑا ہوتا ہے۔

پورے آسمان میں ہماری سادہ آنکھ کو نظر آنے والے ستارے تقریباً چھ ہزار ہیں، اور وہ سب کے سب خود ہماری کہکشاں میں اپنی اپنی جگہوں کے سورج اور خود ہمارے سورج کے متصل پڑوسی ہیں۔ یہ تمام ستارے ہماری

کہکشاں کے ایک بازو میں واقع ہیں، جو کہ اپنے مرکز سے پچیس ہزار نوری سال کی مسافت پر واقع ہے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک آسمان کے افق پر یہی چھ ہزار ستارے ہم اپنی سادھی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، جن کے علاوہ کوئی دوسری کہکشاں ہمیں عام طور پر نظر نہیں آتی ہے۔ اس طرح ہمیں جو کچھ نظر آرہا ہے وہ اس محیر العقول وسیع وعریض کائنات درکنار خود ہماری اپنی ایک کہکشاں کا رمق بھر حصہ بھی نہیں ہے۔ بقیہ ساری کائنات ہماری آنکھوں سے پوری طرح اوجھل اور صرف چند نہایت طاقتور دوربینوں کی مدد ہی سے دیکھی یا محسوس کی جاسکتی ہے۔ اس کائنات کی وسعت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ دور دراز کی کہکشائیں ہماری ہر جانب اربوں نوری سال کی نا قابل تصور دوری پر واقع ہیں۔ ہر کہکشاں کا قطر چند ہزار سے لاکھوں نوری سال کا ہوتا ہے۔ ہر کہکشاں دوسری کہکشاں سے دسیوں لاکھ نوری سال کے فاصلہ پر واقع ہوتی ہے۔ خود ہماری کہکشاں کے ہر دو ستاروں کے درمیان اوسطاً پانچ نوری سال کا فاصلہ ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ ایک نوری سال کا مطلب چورانوے کھرب ساٹھ ارب (۹۴،۶۰،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰۰) کلومیٹر ہوتا ہے۔ ایک نوری سال کی یہ مسافت اس قدر طویل ہوتی ہے کہ اس میں ہماری زمین اور سورج کے درمیان جیسی ترسٹھ ہزار مسافتیں سما سکتی ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ مسافت اس قدر عظیم ہوگی جو کہ تہتر کروڑ زمینیں ایک قطار میں جوڑ دئے جانے کے بعد بنتی ہے۔ جب ایک نوری سال کی مسافت کا یہ عالم ہو تو اربوں نوری سال کی کائناتی وسعت کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

موجودہ کائنات کی اس بیکراں وسعت کا اندازہ بیسویں صدی میں دوربین کی ایجاد کے بعد ہی ممکن ہوسکا ہے۔ فلکیاتی سائنس اب اس بات کا پتہ لگانے میں اپنا پورا زور صرف کر رہی کہ اس وسیع وعریض کائنات میں کیا ہے؟ کیا ہماری کہکشاں یا دیگر کہکشاؤں میں ہمارے نظام شمسی کے مانند اور بھی نظامہائے شمسی کا وجود ہے؟ اگر ہے تو کیا ان میں ہماری زمین جیسی قابل رہائش اور بھی زمینیں ہونگی؟ اگر ہونگی تو کیا ان میں زندگی یا عقلمند زندگی بھی ہوگی؟ زندگی کی نوعیت کیا ہوگی؟ کیا انسان کائنات کے صرف اسی گوشے اور ہماری کہکشاں کے انہیں "گمنام" مضافات میں ہے یا دیگر مقامات پر بھی ہوسکتا ہے؟

فلکیاتی سائنس کے لئے اب تک کا راستہ نسبتاً آسان تھا۔ اس کائنات کی وسعتوں اور جلی صداقتوں کا پتہ علمی واستدلالی اور تجرباتی ومشاہداتی طور پر زمین بیٹھے اجرام سماوی سے خارج ہونے والی برقی مقناطیسی شعاعوں (electromagnetic radiations) کے تجزیے ومطالعے اور مختلف حسابی اصولوں (mathematical equations) کی بنا پر اسے زیادہ مشکل ثابت نہ ہوسکا۔ مگر اسے اصل دشواری اس کائنات کی دیگر زمینوں کی تحقیق وتفتیش اور ان میں زندگی کے وجود کا پتہ لگانے میں پیش آرہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ راہ بڑی دقت طلب اور دشوار گزار ہے۔ فلکیاتی سائنس اس سمت میں اپنے حدود وقیود سے اچھی طرح واقف ہے۔ خارجی زمینوں کی دریافت

اوران میں زندگی کے وجود کا پتہ لگانے کے لئے انسان کا جسمانی طور پر ہمارے نظام شمسی سے باہر نکل کر صرف اپنے قریب ترین ستارے ہی تک پہنچنا تقریباً ناممکن نظر آ رہا ہے۔ واضح رہے کہ یہ قریب ترین ستارہ ہم سے کوئی سوا چار نوری سال یعنی چار سو کھرب کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، جہاں پہنچنے کے لئے آج انسان کے پاس دستیاب سب سے تیز رفتار راکٹ کو لگ بھگ ساٹھ ہزار سال لگ جائیں گے۔ یہ مسافت تو غیر معمولی طور پر نہایت طویل ہے، خود ہمارے نظام شمسی میں موجود صرف پانچ کروڑ کلومیٹر دور ہمارے پڑوسی مریخ تک بھی انسان اب تک رسائی حاصل نہیں کر سکا ہے۔ جن طاقتور دوربینوں کو استعمال میں لا کر انسان نے اربوں نوری سال کے فاصلے پر موجود کہکشاؤں اور دیگر اجرام سماوی کا مشاہدہ و مطالعہ کر کے ان کی حقیقی تصاویر تک اتار چکا ہے وہی دوربینیں انتہائی قریبی ستاروں کے اطراف واکناف گردش کر رہے سیاروں کو اپنی گرفت میں لے آنے سے بری طرح قاصر رہی ہیں، کیونکہ ان سیاروں سے خارج ہونے والی روشنی یا دیگر برقی مقناطیسی شعاعیں اپنے مراکز ستاروں سے سیکڑوں کھرب گناہ ہلکی اور کمزور ہونے کی وجہ سے ان دوربینوں کی گرفت میں نہیں آسکتی ہیں۔ اس میدان میں بصری دوربین (optical telescope) کچھ بھی کام نہیں آسکی ہے۔ البتہ جدید فلکیات نے دیگر بالواسطہ تکنیکی ذرائع سے بھی اور ایک بالکل ہی الگ نوعیت کی اور نسبتاً زیادہ مفید وکارآمد زیریں سرخ اشعائی دوربین (infrared telescope) کی مدد سے بھی -- جو اجرام سماوی سے خارج ہونے والی زیریں سرخ شعاؤں (infrared rays) کی مدد سے ان اجرام کا حقیقی عکس کمپیوٹر پر اتار دیتی ہے -- ہماری کہکشاں میں سن ۲۰۰۲ء تک ستر ایسے نظامہائے شمسی دریافت کر لئے ہیں جو کہ ہمارے سورج کے اردگرد کوئی ڈھائی سو نوری سال کی مسافت کے اندرون میں واقع ہیں۔ تحقیق و تفتیش کا یہ سلسلہ پوری آب و تاب کے ساتھ ہنوز جاری ہے، اور موجودہ دوربینوں کو مزید طاقتور بھی بنایا جا رہا ہے تاکہ کائنات کا مطالعہ مزید باریکی سے کیا جاسکے۔ نتیجتاً مسلسل ہر تھوڑے وقفے سے نئے نئے نظامہائے شمسی دریافت ہوتے بھی جا رہے ہیں۔ اور معلوم نہیں کہ یہ کتاب طبع ہو کر قارئین کے ہاتھوں پہنچنے تک ان کے عدد میں کس قدر اضافہ ہو جائے۔ اس وقت خصوصیت کے ساتھ یاد رہے کہ سب سے پہلی خارجی زمین آج سے صرف گیارہ سال قبل ۱۹۹۶ء ہی میں دریافت ہو سکی ہے۔ ہمارے پڑوس کے ان ستر نظامہائے شمسی کی ایک خاص بات یہ ہے کہ ان میں موجود ہمارے مشتری جیسے (یاد رہے کہ مشتری ہماری زمین سے ۳۱۸ گناہ ضخیم ہے) یا اس سے بھی کئی گناہ بڑے دو سو سے کچھ زائد سیارے تو دریافت ہو گئے مگر نسبتاً چھوٹے اور خورد سیارے ابھی ہماری گرفت میں نہیں آسکے ہیں۔

چنانچہ فلکیاتی سائنس اب یہ پتہ لگانے کی سمت میں کوشاں ہے کہ ان میں ہمارے نظام شمسی کے زمینی سیاروں کے مانند کون سے سیارے ہو سکتے ہیں، تاکہ وہاں زندگی کو تلاش کیا جاسکے۔ اس وقت خارجی زندگی کی تلاش کے لئے ایک علاحدہ منصوبہ "تفتیش برائے خارج از زمین عاقل زندگی" (Search for Extraterrestrial

(SETI -- Intelligence) کے تحت ایسے چالیس متوقع زمینی سیاروں اوران میں بسی ممکنہ عقلمند تہذیبوں سے مصنوعی ریڈیائی لہروں (artificial radio waves) کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو ہم سے ہر طرف ۸۰ نوری سال کے فاصلہ کے اندر واقع ہیں۔ دنیا بھر میں قائم مختلف سائنسی ادارے بھی اپنے اپنے انفرادی منصوبوں کے تحت ٹھیک اسی کھوج میں لگے ہیں۔ فی الحال سائنس کے پاس خارجی زندگی کی تلاش کا یہی ایک مؤثر ذریعہ رہ گیا ہے۔ مگر یہ راستہ بھی کافی طویل اور نہایت صبر آزمہ ہے۔ مثال کے طور پر اگر آج ہم نے بارہ نوری سال کے فاصلے پر واقع ایک ستارے ''تاؤ سیٹی'' (Tau Ceti) کی ہماری جیسی ایک متوقع زمین سے (جس سے اس وقت SETI منصوبے کے تحت واقعتاً رابطہ پیدا بھی کیا جارہا ہے) رابطہ قائم کرنے کی غرض سے ریڈیائی شعاعوں کے ذریعے کوئی سگنل بھیجا تو یہ سگنل نشانے پر پہنچتے پہنچتے ٹھیک بارہ سال گزر جائیں گے۔ پھر ہمارے اس سگنل کو وصول کرنے کے لئے اگر وہاں پر کوئی مخلوق موجود ہو، ترقی یافتہ ہو، سگنل کو سمجھ بھی سکتی ہو اور فوری جواب دے دے تو اس جوابی سگنل کو واپس ہم تک پہنچنے کے لئے مزید بارہ سال درکار ہوں گے؛ یعنی صرف علیک سلیک ہی میں پورے چوبیس سال گزر جائیں گے۔ لہذا آج آسانی کی خاطر SETI کے تحت تقریباً ساری جدوجہد خارجی تہذیبوں کو ہمارے سگنل بھیجنے کے بجائے ممکنہ طور پر ان کے بھیجے گئے سگنلوں کو حاصل کر کے انہیں سننے اور سمجھنے ہی میں صرف کی جارہی ہے۔ یہ سب کچھ اس امکان واحتمال کی بنیاد پر ہورہا ہے کہ ہمارے اطراف واکناف کی ممکنہ خارجی مخلوقات تہذیبی وتمدنی طور پر اور سائنس وتکنالوجی کے میدان میں ہم سے بہت زیادہ فائق اور بین سیاراتی مواصلات (interstellar communications) میں ہم سے زیادہ تجربہ کار ہونگی۔ مگر اس وقت یہ بھی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بقول ایک سائنسدان یہ عمل اس بوتل کی تلاش کے مترادف ہوگا جس میں کوئی سگنل بند کر کے ایک عرصہ قبل ہی ایک گہرے سمندر میں کہیں پھینک دیا گیا ہو۔ لہذا سائنس اس ضمن میں اب تک کسی بھی خاطر خواہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکی ہے۔ آج حالت یہ ہے کہ اگر پچھلی چار دہائیوں سے اس دوڑ میں شامل اور مغربی حکومتوں کی مالی امداد پر قائم کچھ نامور اداروں نے نہایت مایوسی کا شکار ہوکر اپنے اپنے منصوبوں کو پوری طرح خیرباد کہہ دیا ہے تو کچھ اور جن میں چند غیر سرکاری تنظیمیں بھی شامل ہیں اس کوشش کو اس امید پر جاری رکھے ہوئے ہیں کہ ایک نہ ایک دن کامیابی ان کے قدم ضرور چومے گی۔

یہ ہوئی عملی میدان میں خارجی زمینوں اوران میں زندگی کی جسمانی طور پر تلاش وجستجو کی بات۔ مگر جدید فلکیات نے علمی واستدلالی سطح پر ان کے ممکنہ وجود کے سلسلے میں کافی پیش رفت حاصل کرلی ہے، اور بہت سارے وزنی اور ناقابل تردید دلائل وشواہد فراہم کر لئے ہیں۔ بالفاظ دیگر اس نے کائنات میں ہر جانب آگ سے پھیلے دھویں کو تو دریافت کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے، مگر ابھی خود نفس آگ کو کھوج نکالنا باقی ہے۔ اور موجودہ تناظر میں لگتا بھی یہی ہے کہ ہم خارجی مخلوقات کے وجود پر ٹھوس علمی وعقلی شہادتوں کے ذریعے صرف استدلال ہی کرسکتے ہیں، اور جسمانی

طور پر انہیں ڈھونڈ نکالنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہی ہوگا۔ اس ضمن میں فلکیات کے نزدیک سب سے بڑا اور نہایت بنیادی سوال یہ ہے کہ انسان اس محیر العقول وسیع وعریض اربوں سالہ قدیم کائنات کی ایک معمولی کہکشاں کے مضافات میں ایک معمولی ستارے کے ایک حقیر سیارے ہی میں اور پچھلے چند ہزار سال ہی سے آباد کیوں ہے، جسے نہ خود اپنے نظام شمسی میں مرکزیت حاصل ہے اور نہ ہی اپنی کہکشاں میں، اور یہ کہ یہ یہاں کہاں سے آیا ہے؟

اس مسئلے کو سلجھانے کی سمت میں فلکیات کو کچھ اسباق و بصائر خود ہمارے نظام شمسی ہی سے فراہم ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اس کے ابتدائی چار سیاروں--عطارد، زہرہ، زمین اور مریخ--کو زمینی سیارے (terrestrial planets) یا عرف عام میں صرف زمینیں ہی کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کی بنیادی ساخت و پرداخت چٹانوں سے ہوئی ہے (آج انسان کو کائنات میں اسی طرح کی چٹانی زمینوں کی تلاش ہے، جس میں وہ اب تک ناکام رہی ہے)۔ ان میں بالخصوص مریخ ہماری زمین سے سب سے زیادہ مشابہ لگا ہے۔ انسان اس کا مطالعہ مزید گہرائی وگیرائی سے کرنے کی غرض سے اس کی فضا میں اور اس کی سطح پر متعدد خلائی مشن روانہ کر چکا ہے، اور آئے دن کرتا بھی جا رہا ہے۔ لہذا سائنس کو یہاں بالواسطہ طور پر اربوں سال قدیم زندگی کے کچھ نہایت ہی معنی خیز آثار و شواہد بھی ملے ہیں۔ چنانچہ وہاں ماضی میں زندگی کے لئے سب سے اہم شئے سطحی سیال پانی کی فراوانی تھی، جو زیر سطح منجمد اور ٹھوس حالت میں آج بھی موجود ہے۔ پانی کے وجود سے زندگی کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ کرۂ ہوا ہلکی مقدار میں آج بھی موجود ہے، جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ سطحی پانی کی موجودگی میں وہ کثیف رہا تھا۔ سائنس اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہ رہی ہے کہ سابق میں جب بھی حالات سازگار رہے ہوں وہاں زندگی کا وجود کسی نہ کسی شکل میں ضرور رہا ہوگا، جو بعد کے ناسازگار ماحول کی وجہ سے ختم ہو چکا ہو۔ اگر یہ استدلال درست ہو تو پھر زندگی کو صرف ہماری زمین ہی سے جوڑے رکھنے کے کوئی معنے نہیں رہ جائیں گے۔ مگر اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا ہے کہ وہاں کی زندگی بھی خود ہماری طرح ہی کی رہی ہو۔ جب بات اس طرح بن سکتی ہے تو اس سے ایک وسیع پیانے پر یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اس کائنات میں جہاں کہیں بھی ہماری جیسی زمین ہو اور وہاں زندگی کے بنیادی لوازمات بھی میسر ہوں وہاں زندگی ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے لئے سائنس فی الحال زندگی کے بنیادی لوازمات کو وہی لوازمات تصور کر رہی ہے جنہیں وہ اس زمین کے پس منظر میں ماننے پر مجبور ہے۔ ورنہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہم یہاں جن اشیاء کو زندگی کے بنیادی لوازمات میں شامل کریں وہ دوسری زمینوں میں بھی ٹھیک وہی ہوں۔ اگر یہاں پر زندگی کے لئے کاربن، آکسیجن اور نائٹروجن ضروری ہوں تو ہو سکتا ہے کہ دوسری زمینوں پر کوئی دوسرے عناصر ناگزیر ہو جائیں۔ ان خطوط پر ظن و تخمین کے بعد جدید فلکیات کے نزدیک صرف ہماری ایک کہکشاں میں ہم جیسی زمینوں اور ان میں بسی ذی عقل و شعور تہذیبوں کی تعداد ایک کروڑ بھی ہو سکتی ہے! مگر بہت سے سائنسدان ایسے بھی ہیں جو موجودہ ساری کائنات میں صرف ہماری موجودہ ایک زمین ہی کو زندگی کا گہوارہ سمجھنے اور موجودہ انسان کو اس

کا اکیلا وارث تصور کرنے پر مجبور ہیں۔ اوران کے اس طرز فکر کو پروان چڑھانے والی سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ اس ضمن میں اتنی ساری کوششوں کے باوجود انسان نے اب تک اس کائنات میں ہماری زمین کے خارج میں ایک جرثومہء حیات تک بھی کھوج نہیں سکا ہے، نہ زندہ اور نہ ہی مردہ۔ چنانچہ قابل بود و باش زمینوں اوران میں بسی ممکنہ تہذیبوں کی تعداد میں اسقدر کمی وبیشی اس میدان میں انتہائی امید افزا اور نہایت مایوس کن تخمینوں کا مظہر ہے۔ اب اگر ایک متوسط کہکشاں کا یہ حال ہو تو اس پر اس کائنات کی دیگر ایک کھرب معلوم کہکشاؤں کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں دنیائے سائنس میں ہماری معلوم ومرئی کائنات جیسی متعدد دیگر نامعلوم وغیر مرئی کائناتوں کے وجود پر بھی قیاس آرائیاں ہورہی ہیں، اوراس ضمن میں علمی وعقلی دلائل وبراہین جمع بھی ہورہے ہیں۔

موجودہ کائنات کی وسعت، زمینوں کی کثرت اور ممکنہ طور پر ان میں بسی عقلمند تہذیبوں کے ضمن میں یہ تھے سائنسی تجربات ومشاہدات پر مبنی کچھ حقائق اور مفروضات جنہیں ہم نے نہایت درجہ اختصار کے ساتھ سمیٹا ہے۔ اب ذہنوں میں اس سوال کا ابھرنا عین فطری اور مطابق عقل ومنطق ہوگا کہ دین اسلام جو دین فطرت اوراس کا نوشتہء ہدایت جو صحیفہء فطرت بھی ہے اس ضمن میں ہماری راہنمائی کس طرح کرسکتے ہیں۔ خود اسی صحیفہء فطرت کے مطابق جب موجودہ پوری کائنات کی تخلیق خود انسان کی ابتلا وآزمائش ہی کے لئے کی گئی ہے، اور جب کائنات کا سابقہ محدود مفہوم آج یکسر تبدیل ہوچکا ہے تو عقل صحیح وفہم سلیم کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اس مسئلے کا حل بھی اسی منبع حکمت وہدایت میں ہونا چاہیئے۔ یہ سوال اس وقت ناگزیر اہمیت کا حامل ہوجاتا ہے جب یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق فطرت وشریعت دونوں کا سرچشمہ ذات باریٔ تعالیٰ ہی ہے۔ اگر پہلا فعل الٰہی ہے تو دوسرا قول الٰہی۔ دونوں میں کامل تطبیق وہم آہنگی کا وفور پایا جاتا ہے۔ مزید برآں خود قول الٰہی کا اپنا دعویٰ بھی ہے کہ وہ علم ودانش سے لبریز، ہر مسئلے کی خوب خوب توضیح وتشریح کرنے والی اور ہر چیز کی پوری تفصیل بیان کرنے والی کتاب ہدایت ورحمت اور خوشخبری ہے:

﴿وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (اعراف: ۵۲)

ترجمہ: ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے جسے ہم نے علمی سطح پر خوب کھول دیا ہے، اس حال میں کہ وہ ایمان لے آنے والوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے۔

﴿... وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ (نحل: ۸۹)

ترجمہ: ہم نے آپ پر وہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کی خوب وضاحت کرنے والی ہے، اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور خوشخبری بھی۔

﴿أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا...﴾ (انعام: ۱۱۴)

ترجمہ: کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو حکم مان لوں، حالانکہ اسی نے تم پر بہت تفصیل کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے؟

ان صریح آیات کا تقاضہ ہے، بلکہ تفسیر اور قرآن فہمی کا اولین اور مرکزی و بنیادی اصول بھی یہی ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ علوم وفنون میں ترقی اور تہذیب وتمدن میں پیش قدمی کی بدولت امت مسلمہ کو پیش آنے والے ہر نئے مسئلے کا حل اور فکر ونظر کے ہر نئے قضیے میں درپیش ربانی ہدایت کو ہم سب سے پہلے خود اسی کے صحیفہ ہدایت میں تلاش کریں۔اور اگر وہ حل اور خدائی راہنمائی کسی زمانے میں خود ہمارے پس منظر میں اور ہماری اپنی محدود علمی کی بنا اس میں نہ مل سکے تو شریعت اسلامی کے دیگر مصادر ومراجع کی جانب یکے بعد دیگرے رجوع کیا جانا چاہئے۔خود رسول اللہ ﷺ نے بھی حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کرتے وقت تاکید کے ساتھ اسی ترتیب کی تلقین وتحسین فرمائی تھی،اور خود طبقہ مفسرین اور ائمہ اربعہ کا عمل اور دور اول ہی سے امت کا اجماع واتفاق اسی درجہ بندی پر رہا ہے۔اس وقت خصوصیت کے ساتھ یہ حقیقت بھی خوب ذہن نشین رہے کہ کائناتی وفلکیاتی تناظر میں اب تک ہمارا فہم قرآن قدیم علوم وفنون اور اکثر وبیشتر قدیم یونانی فلسفے ہی پر مبنی اور ان سے کسی بھی طرح مختلف نہیں تھا،جس میں موجودہ کل کائنات میں سورج، چاند اور زمینوں کی تعداد صرف ایک ایک ہی تھی۔لہذا اب بغیر کسی مزید تاخیر یا طویل مقدمہ باندھنے کہ ہم راست طور پر قرآن حکیم کے محکم ارشادات اور منصوص بیانات کا جائزہ لے کر دیکھیں گے کہ وہ اس میدان میں ہماری ہدایت وراہنمائی کس طرح کرتا ہے۔چنانچہ اس سلسلے کا ایک مرکزی ورئیسی اور نہایت دوررس ارشاد باری تعالیٰ اس طرح ہے:

۱۔ ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ، وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ، سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (زمر:۶۷)

ترجمہ: انہوں نے اللہ کی قدر اس طرح نہیں کی جس طرح سے اس کا حق ہے، حالانکہ (اس کی عظمت کا حال یہ ہے کہ) قیامت کے دن ساری زمینیں اس کی مٹھی میں ہونگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہونگے، وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

زمینوں کی کثرت پر یہ ایک منصوص اور نہایت واضح قرآنی بیان ہے۔اس آیت کریمہ میں ﴿الْاَرْضُ﴾ کی تاکید کے لئے لایا گیا لفظ ﴿جَمِيْعًا﴾ صرف صیغہ جمع ہی پر چلتا ہے، جس سے اس کے مؤکد میں جمع کے معنے پیدا ہو جاتے ہیں۔چنانچہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں ﴿الْاَرْضُ﴾ کا استعمال بطور اسم جنس ہی ہوا ہے۔نیز ہمارے اس نقطہ نظر کو تقویت پہنچانے والی ایک دوسری دلیل یہاں ﴿الْاَرْضُ﴾ کا استعمال ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ کے سیاق میں ہونا بھی ہے، جس پر گفتگو اسی باب میں کچھ آگے آرہی ہے۔چنانچہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے زمانہ قدیم ہی سے کبار مفسرین کی ایک بہت بڑی جمعیت زمینوں کے ایک سے زائد ہونے کی قائل رہی ہے، جن میں پیش پیش صاحب تفسیر کشاف علامہ زمخشریؒ (متوفی ۵۳۸ھ)، صاحب تفسیر کبیر امام رازیؒ (م ۶۰۶ھ)، صاحب تفسیر الجامع لاحکام

القرآن امام قرطبیؒ (م ۶۷۱ھ)، صاحب تفسیر مدارک التنزیل امام نسفیؒ (م ۷۰۱ھ)، صاحب تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل قاضی بیضاویؒ (م ۷۹۱ھ)، صاحب تفسیر روح المعانی علامہ آلوسیؒ (م ۱۲۷۰ھ) وغیرہ جیسے مفسرین عظام شامل ہیں۔ نیز نقل وروایت کے نامور مفسرین صاحب تفسیر جامع البیان امام طبریؒ (م ۳۱۰ھ)، صاحب تفسیر معالم التنزیل امام بغویؒ (م ۵۱۶ھ)، صاحب تفسیر القرآن العظیم حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ)، صاحب تفسیر در منثور امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہ نے بھی اس کی تائید میں متعدد احادیث مبارکہ اپنی اپنی تفاسیر میں نقل فرمائی ہیں۔ اسی طرح برصغیر کے ممتاز مفسرین میں صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (م ۱۲۲۵ھ) نے بھی یہاں زمینوں کا تعدد مراد لیا ہے۔

اگرچہ ہندوپاک کے دیگر مفسرین ومترجمین قرآن بھی زمینوں کی کثرت کے قائل رہے ہیں مگر حیرت انگیز طور پر ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے نہیں ہے۔ البتہ وہ اس پر سورۂ طلاق کی آیت نمبر ۱۲ سے استشہاد کرتے ہیں، جس پر تفصیلی گفتگو ہم آگے کرنے والے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بجز اِکاد ُکا مترجمین کے کسی نے بھی نہ یہاں اور نہ قرآن مجید میں کہیں اور کم از کم بصیغہ جمع ''زمینوں'' ہی کا ترجمہ کیا ہے۔

نیز زمینوں کی کثرت پر دلالت کرنے کے لئے بطور تاکید ﴿جَمِيعًا﴾ کے استعمال کی کچھ اور مثالیں بھی آگے حسب موقع ومحل پیش کی جائیں گی، جس سے ہمارا موجودہ استدلال مزید قوت وطاقت حاصل کرتا جائے گا۔

چنانچہ حسب ذیل آیت کریمہ بھی ان کی کثرت پر ایک اور اہم دلیل فراہم کرنے والی ہے:

۲- ﴿قُلْ أَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَرُونِى مَاذَا خَلَقُوا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ...﴾ (احقاف:۴)

ترجمہ: آپ ان سے کہئے ذرا بتاؤ تو سہی اللہ کے ماسوا جنہیں تم پکارتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کونسی زمین پیدا کی ہے، یا آسمانوں ہی میں ان کی کونسی حصہ داری ہے؟

یہاں واقع ہونے والا دوسرا ﴿مِنْ﴾ بیانیہ ہے، جو اپنے مبہم ماقبل کی تفسیر کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ یہ تعبیر اسی وقت استعمال کی جاتی ہے جب زمینیں ایک سے زائد ہوں۔ اس مفہوم کو مزید تائید وتقویت خود اس کے سیاق وسباق دونوں سے بھی بخوبی حاصل ہو رہی ہے، کیونکہ اس کا وقوع آسمانوں پر مربوط کلام کے بیچوں بیچ ہوا ہے۔ جیسا کہ پچھلے شمارے کے تحت بھی عرض کیا جاچکا ہے ہم اس نکتے پر خاطر خواہ گفتگو آگے اسی باب میں کرنے والے ہیں۔ چنانچہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک اور مرتبہ یہاں بھی ﴿ٱلْأَرْضِ﴾ کا استعمال اسم جنس ہی کے طور پر ہوا ہے۔ لہذا زمینوں کے تعدد پر یہ ایک اور صریح قرآنی بیان ہوا۔

اب جب کہ کائنات میں زمینوں کی کثرت ایک سے زائد قرآنی بیانات کے ذریعے، بغیر کسی تاویل کے ،نہایت واضح الفاظ میں اور منصوص طور پر ثابت ہو رہی ہے تو ہمارا اگلا سوال یہ ہوگا کہ ان کی حقیقی تعداد کیا ہوگی؟ لہذا

شمارہ نمبر ایک سے استشہاد کرتے ہوئے جن مفسرین کرام نے زمینوں کی کثرت مراد لی ہے انہوں نے ان کی تعداد سات قرار دی ہے۔ اس عدد تک پہنچنے کے لئے اگر ان مفسرین کے اہل عقل و درایت طبقے نے اپنے اپنے ادوار کے عقلی علوم کی روشنی میں قرآن مجید کی مذکورۂ بالا سورۂ طلاق والی آیت سے استدلال کیا ہے تو اہل نقل و روایت طبقے کے پاس کچھ آثار و روایات بھی موجود ہیں۔ مگر متاخرین میں علامہ آلوسیؒ جیسے نامور کچھ مفسرین ایسے بھی گزرے ہیں جن کے مطابق سات کا عدد تام ہونے کی وجہ سے زیادہ کی نفی نہیں بلکہ محض کثرت پر دلالت کرنے والا ہے، لہٰذا آسمان اور زمینیں دونوں سات سے زائد بھی ہو سکتے ہیں۔

اس وقت یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ جہاں تک آسمانوں کی حقیقی تعداد کا تعلق ہے قرآن مجید میں ان کے سات ہونے کا نہایت واضح بیان ایک دو جگہ نہیں بلکہ مکرر طور پر سات الگ الگ مقامات پر بھی آیا ہے، جب کہ اس میں زمینوں کے تعلق سے اس طرح کے کسی بھی معین عدد کا تذکرہ کہیں بھی نہیں کیا گیا ہے، اور نہ ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ ہی کی طرح بصیغۂ جمع کہیں ایک مقام پر بھی "اَلْاَرْضُوْنَ" کا استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا اب ہم اس سلسلے کے سارے قرآنی بیانات کا از سر نو جائزہ لے کر کائنات میں زمینوں کی حقیقی تعداد کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ قرآن حکیم ایک موقع سے موجودہ کائنات کی تصویر کشی نہایت اعجازی انداز میں اس طرح کرتا ہے:

۳- ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا﴾ (فرقان:٦١)

ترجمہ: بڑا ہی بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے، اور ان میں چراغ اور نورانی چاند۔

یہاں سورج کو بطور کنایہ ﴿سِرٰجٌ﴾ (چراغ) کہا جا رہا ہے، جیسا کہ ایک اور موقع سے خود اول الذکر کو آخر الذکر سے تشبیہ بھی دی گئی ہے:

﴿وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾ (نوح:١٦)

ترجمہ: اس نے سورج کو چراغ بنایا ہے۔

نیز ﴿فِیْهَا﴾ میں موجود ضمیر واحد مؤنث غائب ﴿بُرُوْجٌ﴾ کی جانب ہی لوٹ رہی ہے، کیونکہ ضمیر کا اپنے قریب ترین مرجع کی جانب لوٹایا جانا واجب ہوتا ہے۔ اگر اس کا مرجع ﴿السَّمَآءُ﴾ مانا جائے تو اس سے بغیر کسی دلیل کے حقیقی اور راجح مفہوم کے عوض مجازی اور مرجوح مفہوم اپنانے کا ارتکاب لازم آئے گا، جس کا شرعی اعتبار سے کوئی بھی جواز نہیں۔ نیز اس صورت میں موجودہ ترکیب ہی بے معنی رہ جائے گی۔ کیونکہ اگر بات ایسی ہی ہوتی تو آیت کریمہ براہ راست "جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّسِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا" ہوتی۔ متقدمین میں خصوصیت کے ساتھ امام رازیؒ نے بھی اسی توجیہ کو اولیٰ و افضل قرار دیا ہے۔ ہمارے اس نقطۂ نظر کی مزید تائید حسب ذیل دو اور آیات کریمہ سے بھی بخوبی ہو رہی ہے، جہاں آسمان کی بنیادی تقسیم ہی برجوں سے کئے جانے کا بیان ہو رہا ہے:

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴾ (بروج:۱)

ترجمہ: برجوں والے آسمان کی قسم۔

﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ﴾ (حجر:۱۶)

ترجمہ: یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنادئے ہیں، اور ناظرین کے لئے اسے آراستہ بھی کردیا ہے۔

موجودہ آیت میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ ﴿زَیَّنّٰهَا﴾ میں موجود ضمیر واحد مؤنث غائب زیر بحث آیت کے برعکس اپنے مرجع اقرب ﴿بُرُوْجً﴾ کے بجائے مرجع بعید ﴿السَّمَآءِ﴾ کی جانب لوٹنے والی ہے، کیونکہ اس کی دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کو مزین خود اسی سے نہیں بلکہ اس سے کسی اور کو کیا جاتا ہے۔ نیز اس عقلی استدلال کے بعد اس کی ایک نقلی دلیل خود اس کی متصل اگلی ہی آیت میں ﴿حَفِظْنٰهَا﴾ میں بھی موجود اسی ضمیر واحد مؤنث غائب کا ﴿السَّمَآءُ﴾ ہی کی جانب لوٹنا ہے۔ جب ایک ہی نوع کی دو ضمائر بغیر کسی فصل کے یکے بعد دیگرے واقع ہو رہی ہوں تو ان دونوں کا مرجع صرف ایک ہی ہوسکتا ہے۔ جب کہ زیر بحث آیت میں اس طرح کی کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس ضمیر کے اپنے حقیقی مرجع کی طرف لوٹائے جانے سے اب آیت کے معنے یہ ہوئے کہ اللہ نے آسمان میں برج بنائے ہیں، اور ان برجوں میں سورج اور چاند۔ اس طرح ہمارے آسمان کی دوگانہ تقسیم ثابت ہو جاتی ہے: پہلی اس کا برجوں سے منقسم ہونا، اور دوسری ان برجوں کا چاند اور سورج پر مشتمل ہونا۔ اب اس تقسیم سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ برج کیا چیز ہیں جن میں سورج اور چاند ہوتے ہوں؟

چنانچہ ﴿بُرُوْجً﴾ "بَرَجٌ" کی جمع ہے، جس کے حقیقی معنے "محل یا قلعۂ" کے آتے ہیں۔ یہ لفظ "بَرَجَ، یَبْرُجُ" سے مشتق ہے، جس کے معنے ظاہر اور بلند ہونے کے آتے ہیں، اور "تَبَرُّجٌ" اپنا حسن و جمال دوسروں پر ظاہر کرنے کو کہا جاتا ہے۔ مگر یہاں اس کے اصطلاحی معنے کی تعیین میں زمانہء قدیم ہی سے بڑا اختلاف چلا آیا ہے۔ امام رازیؒ کی تحقیق کے مطابق اس میں حسب ذیل تین اقوال ہیں: مشہور بارہ آسمانی برج، چاند کے منازل اور بڑے بڑے ستارے۔ اب ظاہر ہے کہ جدید علمی وفلکیاتی دور میں چاند اور سورج کی گردش، ان کے مستقر کی تحقیق، سیاروں اور ستاروں کی حقیقت، ان کی گروہ بندیاں، کائنات کی بنیادی ساخت و پرداخت اور اس کی بے پناہ وسعت کے تجرباتی ومشاہداتی سطح پر ظہور کے بعد ان میں سے آخری دو اقوال اپنی معنویت پوری طرح کھو چکے ہیں اور خود زیر بحث آیت ہی میں مذکور ضمیر واحد مؤنث غائب کو اپنے حقیقی مرجع کی جانب لوٹائے جانے کے نتیجے میں بھی یہ دونوں اقوال مرجوح ومفضول ہی ٹھہرتے ہیں، کیونکہ چاند اور سورج کے مستقر نہ چاند کے منازل ہوتے ہیں اور نہ ہی بڑے بڑے ستارے۔

(جاری ہے)

حضرت مولانا عیسیٰ منصوری*

تہذیبوں کے عروج و زوال میں علم کا کردار

انسان کی قسمت علم سے وابستہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کی دنیوی و اخروی کامیابی و فلاح کا مدار علم پر رکھا ہے' یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی معرفت کے علم کے ساتھ علم الاسماء یعنی کائناتی علم سے بھی سرفراز فرمایا' جو بھی قوم کائنات کی ماہیت و حقیقت اور اس کے استعمال کے طریقوں سے زیادہ واقفیت رکھے گی دنیوی نظام و اقتدار ان کے حوالے کیا جائے گا یہی ہمیشہ ضابطہ خداوندی یا سنت اللہ رہی ہے۔

تشریعی و تکوینی دونوں علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعے انسانوں کو عطا کئے اللہ کا آخری پیغام (قرآن) دونوں علوم سے بھرپور ہے' دونوں علوم کی اہمیت سینکڑوں آیات سے ہویدا ہے' پیغمبر اسلام ﷺ نے علم کو ایک وحدت کے طور پر دیا اور آپ کی تربیت کردہ جماعت نے دونوں علوم میں سرفرازی حاصل کی۔ کائناتی نظام کو احسن طریقہ پر چلانے میں حضرت عمرؓ کی اولیات اور معاصر اقوام پر غلبہ کے لئے عصری ٹیکنالوجی میں سبقت دور عثمانی کے بحری بیڑے سے ظاہر ہے جس نے 654ء میں اس دور کی سب سے بڑی سپر پاور (سلطنت روما) کے بحری بیڑے کے تمام پانچ سو جہاز ایک دن میں بحر روم میں غرق کر کے بحر روم سے 800 سالہ رومی تسلط ختم کر کے اس پر مسلمانوں کی حکمرانی قائم کر دی۔ اس کے بعد اسلامی بحری طاقت کو صدیوں تک کوئی قوم چیلنج نہ کر سکی۔

دور خلافت راشدہ کے بعد اسی سالہ اموی دور میں مسلمان افریقہ' وسط ایشیا یورپ کی فتوحات و استحکام کے ساتھ اس دور کے تمام کائناتی و عصری علوم و فنون میں اقوام عالم سے سبقت حاصل کر چکے تھے کہ مامون الرشید کے دور میں اقوام عالم کے پاس موجود انسانی تجربہ و تحقیق پر مشتمل کائناتی علوم کے یونانی' سریانی' سنسکرت اور لاطینی زبان سے اس قدر سرعت سے عربی میں تراجم ہوئے جو بعد کے ہزار سال میں نہ ہو سکے۔

نزول قرآن سے جن علوم کا چرچا شروع ہوا' جلد ہی قاہرہ' سسلی' طلیطلہ ' قرطبہ ان علوم کے مرکز بن گئے دنیا کے کونے کونے سے کتابیں ان مراکز میں پہنچنے لگیں۔ یونان' مصر' ہند و چین کے تمام علوم آٹھویں صدی عیسوی تک عربی میں منتقل ہو چکے تھے مسلمانوں نے ان علوم کا صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ انہیں عصری طور پر قابل فہم بنایا۔ یہ علوم جو

---

* چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم یو۔کے

مبادیات کے درجہ میں تھے انہیں ارتقاء کے منازل طے کرائے تاریخ انسانی میں مسلمانوں سے قبل کسی قوم کو بنی نوع انسان کے علوم کے تمام جوہر کسی ایک زمانہ میں منتقل کرنے کا افتخار حاصل نہ ہوسکا تھا۔مغرب کی سرحدوں پر ان علوم کے دو بڑے مراکز تھے ایک قرطبہ دوسرا سسلی۔ان مراکز سے یورپ میں علوم کی مشام جانفزا پہنچنے لگی ہے۔یاد رہے سسلی ابتداء میں تیسری صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری تک مسلمانوں کے زیر نگیں رہا اس لئے یورپ میں سب سے زیادہ علوم سسلی کے ذریعہ منتقل ہوئے پھر اسپین میں ہزار ہا سال کے انسانی تجربات اور سائنسی علوم کو آگے بڑھانے کے لئے بکثرت یونیورسٹیز' تجربہ گاہیں اور رصدگاہیں قائم ہوئیں جو دنیا کے کائناتی علوم میں بے انتہاء اضافہ کا سبب بنیں تقریباً چھ سو سال تک مسلمان دنیا بھر کی اقوام سے کائناتی علوم وسائنس میں فائق رہے۔

جب سپین علوم وفنون سے جگمگا رہا تھا' یورپ وحشت و جہالت کے تاریک دور (Dark) میں تھا جب سپین میں علوم وفنون کی شاندار جامعات تھیں' یورپ میں علوم کے ابتدائی مدارس بھی ناپید تھے' جب اسپین کی شخصی لائبریریوں میں لاکھوں کتب تھیں' یورپ کے بادشاہوں کی لائبریریوں میں گنتی کی کتب ہوتی تھیں۔یورپ کے غیر فطری موسم کی طرح ان اقوام کا مزاج ونفسیات بھی ہمیشہ انتہا پسندانہ اور وحشت و بربریت کا شائق رہا۔خونریزی ودہشتگردی اور سازشیں ہمیشہ ہی یورپ کی فطرت ثانیہ رہی ہیں۔سپین میں یمن وحجاز کے قبائل کے مابین عصبیت جاہلیہ کی خانہ جنگی نے سپین سے عرب سلطنت اکھاڑ پھینکنے کا موقع یورپ کو فراہم کردیا اس طرح سپین سے طبعیاتی (سائنسی) اور دیگر کائناتی علوم کی ترقیات کی بساط لپیٹ دی گئی۔

سپین کی تباہی کے ساتھ ساتھ تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی خلافت عباسیہ اور عالم اسلام کے بڑے حصے کی تباہی و بربادی نے مسلمانوں کے علوم وفنون اور تہذیب کو زوال پذیر کردیا اگرچہ جلد ہی تاتاری نسل نے اسلام قبول کرکے اپنی شمشیر خارا شگاف سے مشرقی رومن امپائر کے بڑے حصے کو فتح کرکے مشرقی کرسچین کیپٹل قسطنطنیہ بھی فتح کرلیا۔تاتاریوں کا پس منظر جنگجویانہ تھا وہ اسلام کے بازوئے شمشیر زن تو بن گئے مگر عربوں کے تجرباتی وسائنسی علوم کے وارث نہ بن سکے۔

جب تک ترکوں اور مشرقی بازنطینی سلطنت روما کے درمیان جنگ رہی رومن امپائر (پوپ) مشرقی عیسائیت سے شدید نفرت و عداوت کی بناء پر خاموش تماشائی بنی رہی لیکن جب ترکی افواج نے یورپ کے مشرقی ممالک کو فتح کرنا شروع کیا تو یورپ (مغربی سلطنت روما) اور ویٹیکن کے پوپ وپادریوں نے اسلام اور مسلمانوں کے مکمل خاتمہ تک اعلان جہاد کرکے اپنی ساری طاقت صلیبی جنگوں میں جھونک دی اگرچہ سقوط سپین اور تاتاریوں کی یلغار کے بعد عالم اسلام میں علوم وفنون کا زوال شروع ہوگیا تھا مگر اب بھی علوم میں وہ یورپ سے بہت فائق تھا' یورپ کی شروع کردہ صلیبی جنگیں یورپ ومسیحیت کی مکمل شکست پر منتج ہوئیں ان جنگوں میں یورپ نے مسلمانوں کی علمی

برتری کا مشاہدہ کرلیا تھا چنانچہ شکست کے اسباب پر غور وخوض اور اسلام اور مسلمانوں کے مکمل استحصال کے لئے کسی نئے لائحہ عمل کی تلاش میں مغرب کے مذہبی پادری وسکالر اور حکمران سر جوڑ کر بیٹھے۔

تیرہویں صدی عیسوی (1270ء) میں شاہ فرانس نہم نے جسے مصر میں گرفتاری کے بعد تیونس پر حملہ میں مکمل ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا مرتے وقت وصیت نامہ میں لکھا کہ ہم عرصہ سے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں شدید جنگوں کے باوجود ہم غالب نہیں آسکے کیونکہ مقابلہ کے وقت مسلمانوں میں ایسا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے جس کا مقابلہ مشکل ہے اس لئے اب ہمیں دوسرے وسائل واسباب اختیار کرنے چاہئیں اور اس کی یہی تدبیر ہے کہ جنگ کو عسکری محاذ سے علمی وروحانی محاذ پر منتقل کردیا جائے۔ یہ وصیت نامہ آج بھی پیرس میں محفوظ ہے۔ جس میں چار نکاتی پروگرام پیش کیا گیا ہے۔ (۱) مسلمان قائدین میں پھوٹ ڈالنا۔ (۲) کسی راسخ العقیدہ صحیح فکر وعمل والی جماعت کو منظم نہ ہونے دینا۔ (۳) مسلم معاشرے کو بے حیائی' اخلاقی انارکی اور رشوت وغیرہ کے ذریعہ کھوکھلا کرنا۔ (۴) غزہ (فلسطین واسرائیل) سے انطاکیہ تک وسیع ومتحد یورپین امپائر قائم کرنا۔

چنانچہ شہنشاہ فرانس کی وصیت کی روشنی میں محاذ جنگ کو اسلحہ سے علم کی طرف موڑنے کا کام شروع ہوا اس سلسلے میں سب سے اہم پیش رفت اس وقت ہوئی جب یورپ کا سب سے بڑا سائنس دان راجر بیکن (Roger Bacon) اور طلیطلہ (Toledo) کا رئیس الاساقفہ (آرچ بشپ) ریمنڈ لل (Ramandlull) نے رومن پوپ سے (جو تقریباً 700 سال سے عملاً یورپ کا حکمران تھا) طویل مذاکرات ومباحثوں کے بعد عربی زبان اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے علوم (کائناتی وسائنسی) کو حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ پوپ کو شروع میں تردد تھا کہ کہیں عربی زبان اور علوم کی راہ سے مسلمانوں کا تمدن اور مذہب نہ سرایت کرجائے۔ بڑی ردوقدح کے بعد ان سکالرز نے پوپ کو اطمینان دلایا کہ مسلمانوں سے علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ ہم اسلام کو مسخ کرنے اور اسلام کی نفرت انگیز ودہشت گردانہ تصویر بنانے کا کام بھی ساتھ ہی کریں گے۔ تب پوپ نے ایک عظیم مشن کے طور پر اسلامی علوم وفنون سیکھنے اور ان علوم میں مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنے کے کام کی اجازت دی۔

اقوام عالم کے درمیان جنگ کا فیصلہ کن پہلو ہمیشہ علمی رہا ہے شکست کھاجانے والی اقوام کیلئے دوبارہ غلبہ وعروج کی راہ صرف علم کی شاہراہ سے گزرتی ہے دوسری عالمگیر جنگ میں جاپان پر امریکی فتح درحقیقت امریکہ کی سائنس وٹیکنالوجی کی فتح تھی' اس بھیانک شکست کے بعد جاپان نے شکست کے حقیقی اسباب یعنی علم اور سائنس پر توجہ مرکوز کرکے علوم فطرت میں پیش رفت جاری رکھی۔ نصف صدی کے اندر اندر اس چھوٹے سے جزیرے نے دنیا کی سب سے بڑی امپائر کو پیچھے دھکیل دیا' اب امریکہ کے لئے ممکن نہیں رہا کہ وہ جاپان کو نظر انداز کرسکے علم نے مفتوح کو فاتح پر برتری دلوادی۔

گیارہویں صدی عیسوی میں عربوں سے ملنے والے علمی ورثہ نے عثمانیوں (ترکوں) کو اس قابل بنادیا تھا کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی سیاسی و عسکری طاقت (رومن امپائر) کا سامنا کر کے اسے شکست دے سکیں مگران سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے صرف عسکری قوت پر تکیہ کیا علمی ورثہ کو آگے بڑھانے پر توجہ نہیں دی کیونکہ ترکوں کا ماضی محض عسکری تھا وہاں کوئی علمی روایت نہیں تھی۔ انہیں احساس اس وقت ہوا جب بہت دیر ہوچکی تھی ایک طرف مغرب علم میں بہت آگے بڑھ گیا تھا دوسری طرف مسلمانوں نے دوسروں سے علم اخذ کرنے کی صلاحیت کھودی تھی علم سے استفادے کے لئے وسعت نظر ضروری ہے۔ جابر بن حیان کا قول ہے ''علم میں اضافے نیز نئے نئے انکشافات وایجادات کیلئے انسان کے سامنے کوئی حد نہیں' اسے چاہیے کہ وہ تمام کائنات کے اسرار منکشف کرنے کی کوشش کرے اور یہ کہ اس عالم سے ماورئی جو اسرار ہیں ان سب کو منکشف کرنے کی اسے صلاحیت عطا کی گئی ہے''

اسی طرح القانون مسعودی کے مقدمہ میں مسلم دنیا کی سب سے بڑی علمی وسائنسی شخصیت البیرونی کا قول نقل کیا گیا ہے۔ ''میں نے وہی کیا جو ہر انسان کو اپنے فن میں کرنا لازم ہے یعنی اگلوں کے اجتہادات وانکشافات کو ممنونیت کیساتھ قبول کرے اور جو کچھ اس فن میں اسے سوجھے اپنے بعد کے زمانہ میں آنے والوں کیلئے محفوظ کر جائے''۔

برطانیہ کے سب سے بڑے مورخ آرنلڈ ٹوئن بی نے اعتراف کیا کہ یونان وروم کے علم الاصنام (بت پرستی) نے علم کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا اس نے مظاہر قدرت کو معبود (دیوی دیوتا) بنا کر تجربہ اور سائنس کا باب بالکل بند کردیا۔ انسانیت پر علوم وسائنس کا دروازہ قرآن کے انقلابی نظریہ توحید نے کھولا اس انقلابی نظریہ نے مظاہر قدرت کو معبود کے مقام سے اتار کر ادنیٰ مخلوق اور انسان کو اشرف مخلوق کے درجہ میں رکھا اسی طرح مظاہر قدرت واشیائے کائنات' پرستش کے بجائے تسخیر اور فائدہ اٹھانے کی چیزیں بن گئیں' یہی بات انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (1984) کے مقالہ نگار نے لکھی۔ ''یونانی علوم کا رومنوں کی بے توجہی سے خاتمہ ہوگیا تھا' دوبارہ یورپ کو یہ تمام علوم عربوں اور عربی کتب کے واسطے سے ملے عربوں نے ان علوم میں بیش بہا اضافہ کر کے واپس کیا اس طرح یورپ میں سائنس کے احیاء کا دور شروع ہوا''

یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ یورپ نے عربوں سے اکتساب علم اور عربی کتب کے ترجے صلیبی جنگوں سے نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے شروع ہو گئے تھے۔ یہ عمل صدیوں تک مسلسل جاری رہا انکے مراکز ہسپانیہ سسلی (اٹلی) اور بیرنطہ (ترکی) رہے' چنانچہ فرانس کا مشہور مورخ موسیو لیبان اپنی کتاب ''تمدن عرب'' میں لکھتا ہے ''عربی اور اسلامی علوم صلیبی جنگوں سے نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے اندلس وسسلی کے ذریعے پہنچے۔ البتہ اس میں تیزی بارہویں صدی میں پوپ راجر بیکن اور ریمنڈلل کے منظم منصوبہ کے بعد آئی۔

1130ء میں طلیطلہ کے آرچ بشپ ریمنڈلل (Remandlull) کی سرپرستی میں عربی سے لاطینی مترجمین کا

ادارہ قائم ہوا۔ جس نے مختلف فنون کی عربی کتب کا لاطینی میں ترجمہ کیا۔'' یاد رہے کہ 1086ء میں طلیطہ (Toledo) کے سقوط کے بعد طلیطہ کے نادر کتب خانے عیسائیوں کے قبضے میں آئے۔ عیسائی قبضے کے بعد بھی بدستور عربی زبان کا چلن رہا' طلیطہ کے آرچ بشپ ریمنڈلل (1126-1115) نے ایک دارالترجمہ قائم کیا جو عربی سے لاطینی میں تراجم کے فرائض انجام دیتا تھا۔ یہ دارالترجمہ تقریباً ایک صدی تک کام کرتا رہا اس میں مسلم علماء' یہودی مترجمین اور مغربی اہل قلم سب ہی ملازم تھے اس ادارے کا سربراہ ایک اطالوی جرادآف کریمونا (Gerard of Cermona) تھا جس نے کم ازکم 71 نادر کتب کا ترجمہ کیا۔ اس عہد میں فلسفہ' ریاضی' طب کے علوم کو خصوصیت کے ساتھ مغربی زبانوں میں منتقل کیا گیا۔ ریمنڈلل نے کلیسا کو دعوت دی کہ علوم شرقیہ کے مطالعے کو علمی و روحانی صلیبی جنگ کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے یہی کام روجر بیکن نے کیا۔

مغرب نے ان مجالس و مباحثوں میں اپنی کمزوریوں کی تشخیص کرلی تھی اور وہ دشمن (مسلمانوں) کی برتری کے راز معلوم کر چکے تھے اس کمزوری کو رفع کرنے اور دشمنوں پر برتری حاصل کرنے کا جامع منصوبہ تیار کر کے اس پر عمل درآمد شروع ہوا۔ اسلامی و مشرقی علوم کا گہرا مطالعہ اس جنگی منصوبہ بندی کا اہم حصہ تھا۔ مستشرقین اس علمی و روحانی حروب صلیبیہ کا ہراول دستہ تھے اس دور میں اس موضوع پر یورپ میں سنجیدگی سے بین الاقوامی کانفرنسیں ہوئیں' اغراض ومقاصد کا تعین ہوا' طریقہ کار طے کئے گئے' علوم مشرقیہ کے بامقصد مطالعہ کا دور شروع ہوا جن کا سب سے اہم متعینہ مقصد تھا عیسائیت کی ترویج اور اسلام کی بیخ کنی کے لئے خود کام کیا جائے اور دوسروں کو مواد پہنچایا جائے۔ کلیسا کو یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں اسلام کے تمدنی و مذہبی اثرات مغرب میں نفوذ نہ کرجائیں اس خدشے کے پیش نظر کلیسا نے انہیں کالے علوم کا خطاب بخشا اور اپنی حدود میں ممنوع قرار دیا اور مسلمانوں کے مادی وکائناتی علوم ونقل کرنے سے پہلے ان بپتسمہ (اسلامی اثرات ختم کرنا) ضروری سمجھا گیا۔

یہ حقیقت قابل غور ہے کہ 13ویں صدی عیسوی میں یورپ میں جب علم کا چرچا شروع ہوا اس وقت ان کا مظہر وہ یونیورسٹیز تھیں جو ابتداً صرف انہی شہروں میں قائم ہوئیں جو عربی و اسلامی علوم کے اخذ واکتساب کے مراکز تھے مغربی مورخین نے بارہا ان جامعات کے قیام کی توجیہ کرنے کی کوشش کی مگر اطمینان بخش توجیہ نہ دے سکے کیونکہ یہ جس انداز میں قائم ہوئیں ماضی میں ان کی کوئی مثال یورپ میں موجود نہ تھی ان کا تصور نہ یونانیوں کے ہاں تھا نہ یورپ کے قرون وسطیٰ میں' یہ جدید یونیورسٹیاں اپنے منصوبوں اور تمام تر اصول وفروغ میں صرف اور صرف اسلامی عربی یونیورسٹیوں کی تقلید پر قائم تھیں۔

عربوں نے اجنبی اقوام سے علم سیکھنے کا کام اس وقت کیا جب وہ اسلام قبول کر چکی تھیں یا اسلام کے زیرنگیں آچکی تھیں اس لئے عربوں کے اجنبیوں سے علمی استفادے میں تعصب کا عنصر بالکل نظر نہیں آتا اس کے برعکس مغرب

نے عربوں کو اپنا دشمن وحریف سمجھتے ہوئے ان سے علم اخذ کرنا شروع کیا اس سے ان کے ہاں علمی سرقہ رواج پایا کہ مسلم علماء وسائنس دانوں کی دریافتوں' انکشافات اور ایجادات کا سہرا اپنے بشپوں' پادریوں اور سکالرز کے سر باندھ دیا جائے چنانچہ گیارہویں صدی عیسوی میں ابن عدون (Abn Adon) نے تحریر کیا "کتابوں کو عیسائیوں کے ہاتھوں فروخت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ اس کا ترجمہ کر کے اپنے بشپوں (Bishops) سے منسوب کر دیتے ہیں"

عربوں نے شروع ہی سے علم حدیث کی طرح ہر علم میں استاد پر زور دیا' یعنی عرب مصنفین یہ بتانا ضروری سمجھتے تھے کہ یہ علم انہوں نے کس سے لیا جبکہ یورپ میں استاد کا رواج کبھی نہیں رہا خصوصاً لاطینیوں کے ہاں عربوں کی طرح یہ اصول نہیں تھا کہ تصانیف کو ان کے اصل لکھنے والوں سے منسوب کرنا ضروری ہے' اس کی سب سے نمایاں مثال خود ریمنڈلل اور روجر بیکن ہی ہیں جنہوں نے تمام عمر عربوں سے علوم اخذ کئے بعد میں بہت سی کتب لکھیں جو سب عربی الاصل یا عربوں کی کتب کا ترجمہ ہیں مگر اس کو کہیں ظاہر نہیں کیا۔ ان کا تمام تر انحصار الکندی' ابن سینا' ابن رشد وغیرہ وغیرہ جیسے عرب مؤلفین پر رہا۔ راجر بیکن کو تو پوری طرح عربوں کا شاگرد کہنا چاہیے' یورپ میں اس کی پہچان جن نئی اہم دریافتوں کے حوالے سے ہوئی یہ سب عربوں کی دریافتیں تھیں مثلاً راجر بیکن سے علم البصریات میں جو کارنامے منسوب ہیں انکی بنیاد ابن الہیثم کے نظریات پر تھی' اسی طرح طب وفلکیات کا علم مغرب کو سپین کے مشہور یہودی عالم موسیٰ بن میمون سے ملا جس نے ابن سینا کی القانون اور مسلمانوں کے دیگر بکثرت علوم کا ترجمہ کر کے دیا ادیلارڈ آف باتھ (Adelord of Bath) جو مغرب میں جغرافیہ وفلکیات کا بانی سمجھا جاتا ہے اس کی مشہور کتاب (Introduction to the Astronomy) الخوارزمی کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ مغرب کے مشہور مصنف رابرٹ نے الخوارزمی کے الجبرے کے علم کو لاطینی میں منتقل کیا جس کی وجہ سے عربی ہندسوں نے رومن ہندسوں کی جگہ لی اور مغرب میں صفر کا استعمال شروع ہوا جس پر آج کی ریاضی' ٹیکنالوجی اور سائنس کا دارومدار ہے ورنہ رومن ہندسوں میں یہ صلاحیت نہیں تھی کہ وہ ریاضی' سائنس' ٹیکنالوجی میں استعمال ہوسکیں۔ ایک عرب عالم کی کتاب المعراج کا ترجمہ الفانسو دہم کے لئے کیا گیا۔ 1918ء میں آسن پولاسئس (Asin Polacius) نے یہ تحقیق کر کے مغرب کے علمی حلقوں میں تہلکہ برپا کر دیا کہ دانتے کی تصنیف (Divine Commedia) اسی کتاب المعراج کا چربہ ہے' ریمنڈلل کو 20 سے زیادہ کتب کا مصنف سمجھا جاتا ہے۔ جدید تحقیق سے واضح ہوگیا کہ یہ سب عربی تالیفات کے ترجمے ہیں' اسی طرح علی موسیٰ مجوسی کی کتاب "کامل الضاعۃ الطبیہ" یورپ کے اطباء میں دو سو سال تک اس حیثیت سے مقبول رہی کہ یہ تی قسطنطین کی تصنیف ہے۔ عظیم البرٹس (Albertus Magnus) کو یورپ میں ارسطو کے علوم کا سب سے بڑا عالم و ماہر سمجھا جاتا رہا ہے۔ جدید تحقیقات نے ثابت کر دیا کہ وہ یونانی زبان سے ناواقف تھا اس نے ارسطو کے جو کچھ علوم پیش کیے وہ سب کے سب ابن سینا' ابن رشد وغیرہ کی شروح کا سرقہ تھا۔ تاتاریوں کے ذریعے بغداد کے کتب خانوں کی

تباہی اور اسکے بعد قرطبہ طلیطلہ کے کتب خانوں کا نذر آتش ہو جانا ایسے عظیم سانحے تھے جس نے علمی سرقوں کی تحقیقات کا امکان ہی ختم کر دیا۔

یورپ میں سرقہ کی یہ رو 16 ویں صدی عیسوی تک برابر چلتی رہی حتیٰ کہ 17 ویں صدی تک مغرب کی تاریخ علوم میں عرب علماء' سکالرز کا نام یکسر فراموش ہو چکا تھا چنانچہ بعد والی یورپین نسلیں اور سکالرز یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ ان کے پاس جو کچھ علوم ہیں' وہ عربوں کے عطا کردہ ہیں بندہ کے نزدیک یہ مغرب کی علمی دہشت گردی ہے کیونکہ اس سب کے لئے سرقہ کا لفظ بہت چھوٹا پڑتا ہے۔

الغرض یورپ 16 ویں صدی عیسوی تک کائناتی علوم وسائنس میں آگے نکل گیا اور اسے عالمی طور پر غلبہ حاصل ہو گیا حتیٰ کہ 16 ویں صدی میں مغل امپائر اکبر اعظم کے دور میں برصغیر کے حاجیوں کے جہاز ان کی اجازت کے بغیر سفر نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت ہمارے علماء وسکالر اس قسم کی مجالس منعقد کر کے حالات کا معروضی جائزہ لیکر ملت اسلامیہ کو بتاتے کہ یورپ کا عروج درحقیقت علمی وسائنسی ہے' یورپ نے یہ علم ہمارے اسلاف ہی سے حاصل کر کے ان میں مزید اضافہ کر کے غلبہ وقوت حاصل کی ہے اس لئے ہمیں ان علوم کو جو ہماری ہی میراث ہے' دوبارہ حاصل کر کے مغرب کو علم کے میدان میں شکست دینی ہے' تو تاریخ پھر اپنے آپ کو دہراتی' جیسے 13 ویں صدی میں یورپ' راجر بیکن' ریمنڈلل کے حصول علم کے فیصلے کے بعد یورپ میں دہرائی گئی مگر ہم نے اپنی کوتاہ فہمی سے جہد ومقابلہ کو علمی وسائنسی میدان کے بجائے صرف اسلحی اور ثقافتی وتہذیبی میدان تک محدود رکھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ علم وسائنس میں سبقت کی وجہ سے ہم مغرب سے اسلحی وعسکری طور پر بھی مغلوب بلکہ مکمل محتاجی کے عالم میں ہیں اسی میدان میں مقابلہ کرتے رہے جس میں یورپ کی فتح وکامیابی اور ہماری شکست وتباہی یقینی تھی ہم نے جہد وکوششوں کا رخ علوم کے بجائے یورپ کی تمدن وثقافت اور معاشرتی خرابیوں کے رد تک محدود رکھا جو آسمانی تعلیمات سے محروم اور نفس وخواہشات کے اتباع کرنے والی قوموں کا خاصہ ہے۔

الجزائر کے شیخ عبدالقادر' لیبیا کے سیدی احمد شریف سنوسی' داغستان کے امام شامل سے لے کر افغانستان کے طالبان تک دینی علوم واصناف کے اعتبار سے بہترین لوگ تھے۔ آج الجزائر' لیبیا' داغستان وافغانستان میں عسکری جدوجہد کا نتیجہ سامنے ہے۔ اب اس کی ضرورت ہے کہ جہد وجہاد کو علمی' سائنسی وتحقیقی محاذ کی طرف بھی موڑا جائے جس طرح 13 ویں صدی عیسوی میں یورپ کے مذہبی سکالرز نے کیا تھا تب ہی مستقبل میں مغرب کی ہمہ جہتی غلامی سے خلاصی کی امید رکھی جاسکتی ہے ورنہ مزید تباہی وغلامی سامنے ہے۔

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

مسلم امہ کا احیاء
اور اسلامی معاشرے کی تشکیل! کیسے ؟

اسلامی معاشرہ کی بنیاد دو اصولوں پر ہے' ایک وحدت آدم' دوسرے حرمتِ آدم اور پہلے اصول کے بارے میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ ساری دنیا کے انسان ایک ماں باپ (حوا و آدم) کی اولاد ہیں۔

چنانچہ سورہ نساء کی پہلی آیت میں ارشاد ہے: یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً کَثِیْراً وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ٥ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْباً ٥ ترجمہ: ''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔''

یہ خاندان' قبائل' جغرافیائی خطوں میں بسنے والی مختلف نسلیں صرف تعارف کا ذریعہ ہیں' ان میں اعلیٰ و اسفل' ترقی یا پسماندہ ہونے کی بناء پر تمیز (Discrimination) غیر اسلامی اور غیر انسانی ہے۔ البتہ اخلاقی برتری' کردار کی رفعت کی بنیاد پر ایک قوم دوسری قوم سے ایک نسل دوسری نسل سے' یا ایک فرد دوسرے فرد سے ممتاز ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُم مِّن ذَکَرٍ وَّاُنثٰی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ (سورۃ حجرات۔۱۳)

ترجمہ: ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے' اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم سب میں شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔''

تاریخ انسانی مسلسل اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ جب انسان نے اس حقیقت کو پس پشت ڈالا اور نسل (Race) رنگ (Colour) وطنیت (Nationality) یا زبان (Language) کی بنیاد پر لوگوں میں تفریق کی تو اس تفریق و تقسیم نے نفرت' علیحدگی پسندی' احساس برتری' عداوت و دشمنی' بغض و عناد کو جنم دیا اور قوموں نے اپنے سے غیر لوگوں اور قوموں کو تحقیر کی نظر سے دیکھا اور انہیں اپنے سے کم گردانا اور انہیں ظلم و ستم اور استحصال (Exploitation) اور استبداد (Tyranny) کا نشانہ بنایا۔

اسرائیلیوں نے خود کو خداوند تعالیٰ کی پسندیدہ ترین مخلوق و قوم سمجھا اور سارے جہاں کے افراد کو بدترین قرار دیا نتیجہ میں انہوں نے دنیا کو ستانے اور تنگ کرنے کا ہر ہر ہتھکنڈہ اپنایا۔ امریکہ اور یورپ میں کالے اور گورے

کی تمیز نے جس طرح متاثر کیا اس کے نشانات آج بھی ہر طرف نظر آتے ہیں۔ نازی جرمنی کا فلسفہ نسل اور ناڈرک نسل کی برتری کا تصور دوسری عالمی جنگ میں جس زور وشور سے ابھرا تھا اس کے اثرات اب بھی سواستک کلچر کی شکل میں کبھی کبھی سامنے آجاتے ہیں۔ خود ہم اس عظیم جرم میں مبتلا ہو کر اپنا بڑا حصہ گنوا چکے ہیں جو اب بنگلہ دیش کے نام سے نقشہ پر موجود ہے۔ لیکن اب بھی عبرت حاصل نہیں کر رہے ہیں۔

قرآن مجید فرقان حمید نے مذکورہ سابق آیات میں اس غلط طرز فکر کی جڑیں ہی کاٹ کر رکھ دی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے ارشادات میں بھی اس بات کی توضیح کی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔''

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارا شجرہ نسب نہیں پوچھے گا' اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی اور نیک ہو''

بندوں کے حقوق جس میں والدین کے حقوق' زوجین کے حقوق' اولاد کے حقوق ہمسایوں کے حقوق' رشتہ داروں کے حقوق اور عامۃ الناس کے حقوق' سب کی ادائیگی بلاکسی تعصب کے ہم پر لازم ہے اور یہ تو وہ حقوق ہیں جنہیں لوگ بخوبی جانتے اور مانتے ہیں' ان حقوق کے مقابل فرائض بھی ہیں۔ مثلاً والدین کے فرائض اولاد کی تربیت' اور کردار سازی کے سلسلے میں' زوجین کے حقوق وفرائض جو لازم ہیں: اولاد کے فرائض والدین کے حق میں' ہمسایوں کے فرائض ہمسایوں کے حق میں عام انسانوں کے شہری اور انسانی حقوق وفرائض اور ان کی ادائیگی ان حقوق وفرائض کی کماحقہ ادائیگی پر کسی بھی معاشرے کی فلاح وبہبود کا انحصار ہے' جہاں ان حقوق وفرائض کی تقسیم وبجا آوری میں انتشار آجاتا ہے' وہاں پورا معاشرہ شہر آشوب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کا نظارہ ہم اپنے اطراف میں آج بخوبی دیکھ رہے ہیں۔

حقوق وفرائض کی صحیح بجا آوری کیلئے اسلام اپنے ماننے والوں کو ایثار وقناعت' رواداری' عفو ودرگزر' خلوص ومحبت کی تعلیم دیتا ہے اور انفرادی اخلاق حسنہ کی نشوونما کیلئے کچھ اصول دیتا ہے۔ جیسے دیانت وامانت۔ جیسے سورۃ مائدہ کی ابتدائی آیت میں مذکور ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (اے ایمان والو! عہد وپیمان پورے کرو)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا'' سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے'' جیسے عدل وانصاف کی صفت جس کو قرآن مجید یوں بیان فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْأَقْرَبِينَ بِالمَعروف.

ترجمہ: ''اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خوشنودی مولا کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار عزیزوں کے۔''

یہی بات سورہ مائدہ میں دہرائی گئی۔ چنانچہ یہود مدینہ کے بارے میں ارشاد ہے:

سَمّٰعُونَ لِلْكَذِبِ أَكّٰلُونَ لِلسُّحْتِ فَإِن جَآؤُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُم أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِن تُعْرِضْ عَنْهُمْ

فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْئاً وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝

''یہ کان لگا لگا کر جھوٹ کے سننے والے' اور جی بھر بھر کر حرام کے کھانے والے ہیں اور اگر یہ آپکے پاس آئیں تو تمہیں اختیار ہے' خواہ انکے آپس کا فیصلہ کرو خواہ ان کو ٹال دو۔ اور اگر تم ان سے منہ بھی پھیرو گے تو بھی یہ تم کو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اگر فیصلہ کرو تو ان میں عدل و انصاف کیساتھ فیصلہ کرو یقیناً عدل کرنے والوں کے ساتھ اللہ محبت کرتا ہے۔''

قانون کے احترام کے ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً (سورة نساء. ۵۹)

''اے ایمان والو! فرماں برداری کرو' اللہ تعالیٰ کی اور فرماں برداری کرو' رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹا دو' اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کی طرف' اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے' یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے''

کسب حلال کے بارے میں سورۃ جمعہ میں ارشاد ہے: فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَوٰةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ .

''پھر جب نماز ہو چکی تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پالو۔''

ایثار جو وسعت قلب' انسانی محبت' اور خدمت خلق کے جذبے سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ومن يوق شح نفسه فاؤلئک هم المفلحون. ''جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے''

نبی اکرم ﷺ نے رنگ' نسل' وطنیت' زبان اور علاقہ پرستی کے خلاف تاریخ ساز اقدامات کیے ان اقدامات کی بدولت نہ صرف ان جاہلانہ اصولوں کی نفی ہوئی بلکہ انسانی اصول کی بنیاد پر ایک ایسی امہ وجود میں آئی' جو ان تمام جاہلانہ اصولوں کے خلاف ایک زندہ علامت ہے۔

یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ مسلم امہ کی قیادت بزدل' خائن اور امہ کے تصور سے خالی وعاری اشخاص کے ہاتھوں میں آئی جس کی وجہ سے استعماری طاقتوں کو عالم اسلام میں قومیت اور نسل پرستانہ مہلک نظریات نافذ ومتعارف کرنے کا موقع مل گیا اور پھر نتیجتاً عام مسلمان بھی امہ کے نظریاتی تشخص کے بجائے قومیت وطنیت وعلاقائیت کے پُرفریب دام میں پھنس گیا۔ اسلام رنگ ونسل' علاقہ وزبان پرستی کے خلاف ایک زندہ روایت ہے رنگ ونسل کے حیاتیاتی نظریہ کو رد کرتا ہے۔ ثقافتی اور نفسیاتی عوامل کو اختلاف کے عارضی اسباب مانتا ہے' لیکن ان کی بنیاد پر رنگ ونسل کے مستقل اصول کو تسلیم نہیں کرتا درج مذکورہ چند صفات اے کاش ہم میں موجود ہوتیں جس طرح کہ صدر اول کے لوگوں میں تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمت خاصہ سے ہمیں ان صفات کے حصول کی طلب اور توفیق عطا فرمائے تا کہ پھر مسلم امہ کا احیاء ہو (آمین)

قسط (۲) مولانا مختار اللہ حقانی

مفتی ومدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

انسانی اعضاء کی پیوندکاری اسلام کی نظر میں

(۲) دوسرا قاعدہ: مجوزین حضرات انسانی اعضاء کی پیوند کاری میں یہ قاعدہ بھی پیش کرتے ہیں کہ

إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمهما ضرراً بارتکاب أخفهما. (الاشباہ والنظائر ۱/۲۵۸)

کہ جب دوخرابیوں کے مابین تعارض آجائے تو زیادہ نقصان دہ خرابی سے بچنے کے لئے کم تر خرابی کو اختیار کیا جائے گا۔ تو یہاں ایک طرف زندہ انسان کی جان جانے کا خوف ہے اور دوسری طرف ایک مردہ یازندہ انسان کے اعضاء کی قطع و برید ہے تو واضح ہے کہ ان دونوں مفسدتین میں انسانی جان کا ضیاع اعظم ہے اس لئے اس قاعدہ کی رو سے پیوندکاری کے لیے قطع و برید کے اس اخف عمل کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔

(۳) تیسرا قاعدہ: مجوزین حضرات جواز کے لئے تیسرا قاعدہ یہ پیش کرتے ہیں، جس کی بنیاد پر اعضاء کی پیوندکاری کا جواز مہیا ہوتا ہے۔

المشقة تجلب التیسر' (الأشباہ والنظائر لابن نجیم ص ۲۲۶ ج ۱) کہ مشقت آسانی لاتی ہے۔ اس قاعدہ کا مقصد یہ ہے کہ مصیبت اور شدید مشقت کے وقت آسانی پیدا کرنی چاہیے' علامہ علی حیدر نے لکھا ہے' یعنی ان الصعوبة التی تعارف فی شئ تکون سبباً باعثا علی تسهیل وتهوین ذلک الشئ (درر الحکام ۱/۳۵)

جب صعوبت جو کسی شئ کا مقابل ہو جائے تو وہ آسانی اور تھوین کا سبب بنتا ہے۔

یا بالفاظ دیگر **یجب التوسیع وقت الضیق** (درر احکام ۱/۳۵)

یعنی تنگی کے وقت وسعت واجب ہے۔

اور یہاں پر بھی ایک شدید ضرورت کی وجہ سے تنگی واقع ہوئی ہے۔ اس لئے وسعت پیدا کرنا چاہیے۔

(۴) چوتھا قاعدہ: مجوزین حضرات چوتھا قاعدہ یہ پیش کرتے ہیں جس سے اعضاء کی پیوند کاری کا جواز معلوم ہوتا ہے "الضرر یزال" (الأشباہ والنظائر ۱/۲۵۰) کہ ضرر کو زائل کیا جائے گا یہی وجہ ہے کہ فقہا کرام نے مردہ عورت کے پیٹ چاک کرنے کی اجازت دی ہے جب اسکے پیٹ میں بچہ زندہ ہو اور زندہ بچ جانے کی امید ہو۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ **ومنها جواز شق بطن المیتة لاخراج الولد اذا کانت ترجی حیاته** (الاشباہ والنظائر ۱/۲۶۰)

اس قاعدہ کی رو سے جائز ہے کہ اس مردہ انسان (حاملہ عورت) کا پیٹ چاک کر کے اس بچہ کو نکالا جائے جس کی حیات (زندگی) کی امید ہو۔ اور یہی ضرورت یہاں بھی ہے کہ ایک بیمار انسان موت وحیات کے اس کشمکش سے نکل کر دوبارہ

معمول کی زندگی بسر کرنا شروع کرے اور یہ عمل بغیر پیوند کاری کے ممکن نہیں اس لئے یہ قاعدہ بھی اس صورت کو جائز قرار دیتا ہے۔اسی طرح دوسرے فقہی قواعد مثلاً

(۵) پانچواں قاعدہ: الأمر إذا ضاق اتسع (درر الحکام ۱/۳۶) جب کسی امر میں تنگی واقع ہو جائے تو اس میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے

(۶) چھٹا قاعدہ: درء المفاسد أولی من جلب المنافع' (درر الحکام ۱/۴۱)

مفاسد کو دور کرنا منافع کے حصول سے زیادہ بہتر ہے۔

(۷) ساتواں قاعدہ: الضرر یدفع بقدر الامکان (درر الحکام ۱/۴۲)

ضرر کو حتی الوسع دور کیا جائے گا۔

(۸) آٹھواں قاعدہ: الضرر الأشد یزال بالضرر الاخف (درر الحکام ۱/۴۰) کہ ضرر شدید کو ضرر خفیف سے زائل کیا جائے گا۔

یہ وہ قواعد ہیں جو انسانی اعضا کی پیوند کاری کا جواز مہیا کرتے ہیں اسکے علاوہ مجوزین حضرات قرآن پاک کی ان آیات سے بھی استدلال کرتے ہیں' جن میں جان بچانے کیلئے حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے کھانے یا حالت اکراہ میں کلمہ کفر زبان سے ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے: من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہ الامن اکرہ وقلبہ مطمئن ' بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب من اللّٰہ ولھم عذاب عظیم. (النحل' ۱۰۶)

ترجمہ: جو کوئی منکر ہوا اللہ سے یقین لانے کے پیچھے مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل برقرار ہے' ایمان پر، لیکن جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا سو ان پر غضب ہے اللہ کا اور ان کو بڑا عذاب ہے۔(تفسیر عثمانی)

اسی طرح ایک دوسری جگہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا إثم علیہ

ترجمہ: پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے' نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی' تو اس پر کچھ گناہ نہیں (تفسیر عثمانی)

اسی طرح قرآن پاک کی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

ومن أحیاھا فکانّما أحیا الناس جمیعاً (مائدۃ ۳۲)

ترجمہ: اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو۔(تفسیر عثمانی)

اس کے علاوہ یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (الایۃ)

کہ اللہ تعالیٰ آسانی چاہتے ہیں' تنگی نہیں چاہتے وغیرہ آیات سے استدلال کرتے ہیں ان حضرات کا کہنا ہے کہ آسانی اس میں ہے کہ اجتہادی مسائل میں جواز کے پہلو کو ترجیح دی جائے اور اعضاء انسانی کے پیوند کاری کے جواز میں ہی

آسانی ہے‘ اس کے علاوہ ما جعل علیکم فی الدین من حرج (الآیۃ) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر دین میں تنگی نہیں رکھی اور عدم جواز کا قول کرنا دین میں تنگی کے مترادف ہے‘ اس طرح ان حضرات کا استدلال غیر منصوصی مسائل میں آسانی پیدا کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے اپنے طرز عمل اور صحابہ کرام کو واضح فرمان کہ یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا (الحدیث) کہ آسانی پیدا کرو تنگی مت لاؤ لوگوں کو خوشخبری سناؤ ان کو تنفر مت کرو‘ سے ہے۔

فرماتے ہیں کہ اسوقت آسانی یہ ہے کہ اعضاء کی پیوندکاری کو جائز قرار دیا جائے

اکابر اہل علم کے فتاویٰ اور فیصلے: چنانچہ ان دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اکابرین امت اور جبال العلم شخصیات نے انفرادی طور پر اور مختلف کانفرنسوں و سمناروں میں اجتماعی طور پر فیصلے کئے ہیں جسمیں بعض فتاویٰ اور فیصلے پیش نظر ہیں۔

شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ: الجواب: بوقت حاجت وضرورت گردے کا عطیہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ ماہر اطباء کی رائے میں گردہ نکالنے کی صورت میں عطیہ دینے والے کیلئے کوئی خطرہ نہ ہو اور جس کیلئے نکالا گیا ہو‘ اس کیلئے یہ کارآمد ہو۔ عطیہ دینے والی اس بہن کو ان شاء اللہ اجر وثواب ملے گا کیونکہ یہ ایک انسانی جان کو لاحق ضرر اور خطرے سے بچانے کیلئے مدد اور احسان ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین (البقرہ) اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ" (صحیح مسلم) (فتاویٰ اسلامیہ ج ۴ ص ۴۳۷)

کبار علماء کونسل کا فیصلہ الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ وصحبہ وبعد:

کبار علماء کی کونسل نے اپنے تیرھویں اجلاس میں جو شہر طائف میں ماہ شوال ۱۳۹۸ھ کے آخر میں منعقد ہوا‘ اس تحقیق کو ملاحظہ کیا‘ جسے بحوث علمیہ وافتاء کی فتوی کمیٹی نے قرنیہ (آنکھ کے سامنے والے شفاف حصے) کی پیوندکاری کے موضوع پر حسب ارشاد جناب چیئرمین برائے ادارہ بحوث علمیہ وافتاء ودعوت وارشاد (حوالہ نمبر ۲/۲/۴۵۷/۱/د) تیار کیا تھا نیز اس بات کو بھی ملاحظہ کیا‘ جسے ماہرین امراض چشم ڈاکٹروں نے ذکر کیا تھا کہ حالات و واقعات کے مختلف ہونے کے باعث اس طرح کے آپریشن ۵۰ سے ۹۵ فی صد کامیاب ہوتے ہیں۔ مطالعہ وتحقیق اور افکار ونظریات کے تبادلہ کے بعد کونسل نے کثرت رائے سے یہ فیصلہ کیا۔

اولاً: ایک انسان کی موت کے یقینی ہونے کے بعد اس کی آنکھ کے قرنیہ کو دوسرے مضطر مسلمان کی آنکھ میں لگانا جائز ہے۔ جبکہ ظن غالب ہو کہ یہ آپریشن کامیاب رہے گا‘ اور میت کے وارث منع نہ کریں۔ یہ جواز اس مشہور فقہی قاعدہ کی بنیاد پر ہے کہ دو مصلحتوں میں سے اعلیٰ کو اختیار کیا جاتا ہے اور دو ضرروں میں سے جو زیادہ خفیف ہو تو اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے‘ نیز زندہ انسان کی مصلحت کو مردہ انسان کی مصلحت پر ترجیح دی جاتی ہے‘ اس آپریشن کے بعد امید ہوتی ہے کہ زندہ انسان بصارت سے محرومی کے بعد دیکھنے لگے گا‘ نظر کی درستگی سے خود بھی فائدہ اٹھائے گا اور امت کو

بھی اس سے فائدہ پہنچے گا اور اس سے میت کو کوئی نقصان نہیں جس کی آنکھ کے قرنیہ کو لیا جائے کیونکہ اس کی آنکھ تو مرنے کے بعد ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں ملنی والی ہے۔ اس کی آنکھ کے قرنیہ کے لینے کی صورت میں مثلہ بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی آنکھ تو بند کر دیا جائے گا اور اوپر کی پلک کو نیچے کی پلک کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

ثالثاً: ایک تندرست قرنیہ کی ایسی آنکھ سے منتقلی بھی جائز ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر نے آنکھ سے نکال دینے کا فیصلہ کیا ہو' جبکہ اس کے باقی رہنے کی صورت میں خطرہ ہو' تو اسے کسی دوسرے مضطر مسلم کو لگانا جائز ہے۔ کیونکہ اسے تو دراصل اس انسان کی صحت کی حفاظت کے لئے نکالا گیا تھا اور اب کسی دوسرے انسان کو اس کے منتقل کر دینے کی صورت میں اسے کوئی نقصان نہیں۔ جبکہ دوسرے انسان کو اس سے فائدہ حاصل ہو رہا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ عین تقاضائے شریعت کے مطابق ہے۔

وباللہ التوفیق وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

............کونسل کبار علماء............(فتاوی اسلامیہ ج ۴ ص ۴۳۴)

شیخ وھبۃ الزحیلی کا فتویٰ: شیخ وھبۃ الزحیلی نے ایک استفتاء کے جواب میں لکھا ہے "**یجوز بما عدا الاعضاء التناسلیه لأن الحی أفضل من المیت وهذه الأعضاء بعد الدفن یاکلها الدود**" (فتاوی العصر ص ۲۱۹)

اعضاء تناسل کے علاوہ دوسرے اعضا کا عطیہ دینا جائز ہے۔ اس لئے کہ زندہ آدمی مردے سے افضل ہے اور مردے کے اعضاء دفنانے کے بعد کیڑے کھالیں گے۔

مجلس المجمع الفقہی کا متفقہ فیصلہ: اسی طرح اعضاء کی پیوندکاری کے بارے میں مجلس المجمع الفقہی کا مکہ مکرمہ میں مورخہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ کو اجلاس ہوا اور اس موضوع پر غور کیا گیا کہ ایک انسان کے بعض اعضاء لے کر دوسرے ضرورت مند انسان کے اندر پیوند کر دیا جائے تاکہ اس کے ناکارہ عضو کا بدل بن سکے' جدید طب نے اسے ممکن بنا کر جدید وسائل کے ذریعہ اہم کارنامے انجام دیئے ہیں......

اکیڈمی نے اعضاء کے نقل و پیوندکاری کے موضوع پر فقہاء معاصرین کے اختلافات اور ہر فریق کے دلائل نقل کئے ہیں' اس موضوع پر بحث و مناقشہ کے بعد اجلاس کا خیال ہے کہ قائلین جواز کے استدلال ہی راجح ہیں' اس لئے اجلاس درج ذیل فیصلے کرتا ہے۔

(۱) کسی زندہ انسان کے جسم سے کوئی عضو لینا اور اسے دوسرے انسان کے جسم میں لگا دینا جو اس کی ضرورت مند ہو' اپنی زندگی بچانے کے لئے یا اپنے بنیادی اعضاء کے عمل میں سے کسی عمل کو واپس لانے کے لئے جائز عمل ہے۔ جو عضو دینے والے کی نسبت سے کرامت انسانی کے منافی نہیں ہے اور عضو لینے والے کے حق میں نیک تعاون اور بڑی مصلحت کا کام ہے جو ایک مشروع اور قابل تعریف عمل ہے' بشرطیکہ درج ذیل شرائط موجود ہوں۔

۱۔ عضو کے لینے سے اس کی عام زندگی کو نقصان پہنچانے والا ضرر نہ لاحق ہوتا ہو' کیونکہ شریعت کا اصول ہے کہ کسی نقصان کے ازالہ کے لئے اسی جیسے یا اس سے بڑے نقصان کو گوارہ نہیں کیا جائے گا۔اور چونکہ ایسی صورت میں عضو کی پیشکش اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہوگا جو شرعاً ناجائز ہے۔

۲۔ عضو دینے والے رضا کار نے اپنی خواہش سے اور بغیر کسی دباؤ کے دیا ہو۔

۳۔ ضرورت مند مریض کے علاج کے لئے یہ عضو کی پیوند کاری ہی طبی نقطہ نظر سے تنہا ممکن ذریعہ رہ گیا ہو۔

۴۔ عضو لینے اور عضو لگانے کے عمل کی کامیابی غالباً یا عادۃً یقینی ہو الخ......

۱۔ شیخ عبدالعزیز بن باز (رئیس مجلس المجمع الفقہی)

۲۔ ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف (نائب رئیس)

ممبران: (۱) عبداللہ عبدالرحمٰن البسام (۲) صالح بن فوزان بن عبداللہ

(۳) محمد بن عبداللہ بن السبیل (۴) مصطفیٰ احمد الزرقاء (۵) محمد محمود الصواف

(۶) صالح بن عثیمین (۷) محمد رشید قبانی (۸) محمد الشاذلی العفیر (۹) ابو بکر جومی

(۱۰) محمد بن جبیر (۱۱) ڈاکٹر احمد فہیم ابوسنہ (۱۲) محمد الحبیب بن الخوجہ (۱۳) ڈاکٹر ابو بکر ابوزید

(۱۴) مبروک بن مسعود العوادی (۱۵) محمد بن سالم عبدالودود (۱۶) ڈاکٹر طلال عمر بافقیہ

(بحوالہ عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل ص ۱۵۷)

ڈاکٹر محمد یوسف قرضاوی صاحب کا فتویٰ:

ڈاکٹر قرضاوی صاحب سے اس موضوع کے متعلق ایک سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا تفصیلی اور مدلل جواب دیا ہے اس جواب میں آپ لکھتے ہیں:

فکما یجوز للانسان التبرع بجزء ماله لمصلحة غيره ممن يحتاج إليه لمكذلك يجوز له التبرع بجزء من بدنه ممن يحتاج إليه. " (فتاوی معاصرہ ج ۲ . ص ۵۸۵)

جس طرح ایک انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ مصلحت کے تحت کسی محتاج شخص کو اپنے مال میں سے کچھ صدقہ کے طور پر دے دے تو اسی طرح اپنے بدن کا بھی کوئی حصہ محتاج شخص کو دینا جائز ہے۔

مولانا جمیل احمد نذیری صاحب کی رائے گرامی:

احقر کا رجحان اس طرف ہے کہ فقہی اصطلاح کے مطابق ضرورت و اضطرار کی حالت میں کہ جب کسی انسان کی جان جانے کا خطرہ ظن غالب کے درجے میں ہو تو دوسرے انسان خواہ زندہ ہو یا مردہ کے عضو سے پیوند کاری کی گنجائش ہے اور اس سلسلہ میں مختلف مسالک کے ان فقہاء کرام کے اقوال کو مدار بنایا جا سکتا ہے جو المغنی ج ۸ ص ۱۰۷

اور شرح المہذب للنووی ج ۹ ص ۴۴ ۵۰ پر منقول ہیں جو حربی مرتد کو قتل کر کے اسکا گوشت کھا کر جان بچانے یا مردہ ہو تو بھی اس کا گوشت کھا کر جان بچانے کی اجازت دی گئی ہے۔ (جدید فقہی مباحث ج ۱ ص ۲۲۲)

مولانا نظام الدین صاحب ناظم امارت شرعیہ بہار اڈیسہ کی رائے گرامی:

۳۔ اعضاء انسانی کے نقص کو دور کرنے کیلئے انسانی اعضاء کا استعمال میرے خیال میں اگر کوئی انسان اپنا کوئی عضو کسی دوسرے انسان کی زندگی بچانے کے لئے دیوے جبکہ اس نے خود اس کی زندگی کو ظن غالب میں کوئی خطرہ نہ ہو تو یہ بالکل درست ہے اور ایثار کی اعلیٰ مثال ہے البتہ اس کی بیع وشراء (خرید وفروخت) درست نہیں۔

میرے خیال میں یہ صرف زندہ انسانوں کے لئے درست ہے مردہ انسان خواہ وہ اپنی زندگی میں اس کی اجازت دے چکا ہو یا اس کے ورثا اس کی اجازت دیں مردہ کے اعضاء کا نکالنا درست نہیں۔

اس صورت میں مردہ انسان کے جسم کے تمام حصوں کو زندہ انسانوں کے مفاد میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ اب وہ اس مردہ کے کسی کام کے نہیں ہیں۔ (جدید فقہی مباحث ج ۱ ص ۲۳۰)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی رائے گرامی: محقق زمانہ حضرت علامہ مولانا سیف اللہ رحمانی صاحب نے اس موضوع پر ایک تفصیلی مقالہ تحریر فرمایا ہے جو "جدید فقہی مسائل" میں شائع بھی ہو چکا ہے آپ مدظلہ کافی بحث و مباحثہ کے بعد خلاصہ بحث کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ پس ان مباحث کا حاصل یہ ہے کہ

(۱) اعضاء انسانی کی پیوند کاری کے لئے جو طبی طریقہ ایجاد ہوا ہے اس میں توہین انسانیت نہیں ہے۔

(۲) اسلئے جائز ہے بشرطیکہ اس کا مقصود کسی مریض کی جان بچانا یا کسی اہم جسمانی منفعت کو لوٹانا ہو جیسے بینائی۔

(۳) اور طبیب حاذق نے بتایا ہو کہ اس کی وجہ سے صحت کا غالب گمان ہے۔

(۴) غیر مسلم کے اعضاء بھی مسلمان کے جسم میں لگائے جاسکتے ہیں۔

(۵) مردہ شخص سے عضو لیا جارہا ہو تو ضروری ہوگا کہ خود اس نے زندگی میں اجازت دی ہو اس لئے کہ وہ ایک حد تک اپنے جسم کا مالک ہے نیز اس کے ورثاء کا بھی اس کے لئے راضی ہونا ضروری ہے کیونکہ اب وہی اس کے ولی ہیں اسی لئے مقتول کا قصاص طلب کرنے کا حق انہیں کو حاصل ہوتا ہے۔

(۶) زندہ شخص کا عضو حاصل کیا جارہا ہو تو ضروری ہے کہ خود اس نے اجازت دی ہو اور اس وجہ سے خود اس کو ضرر شدید نہ ہو۔ (جدید فقہی مسائل ۵/۵۸)

ملائشیاء میں بین الاقوامی کانفرنس کا فیصلہ:

چونکہ یہ ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اس لئے اس کے حل کے لئے دنیا بھر میں انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر کوششیں کی گئی ہیں۔ ان کوششوں کی ایک کڑی یہ بھی تھی کہ ملائشیا میں ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس

میں اعضاء کی پیوندکاری کے مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی' اس کمیٹی نے یہ رائے قائم کی کہ اعضاء کی پیوندکاری کا عمل جائز تو ہے مگر اس کے لئے درج ذیل شرائط ہیں:

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ مریض اضطراری حالت میں ہو اور اس کی زندگی بظاہر اس عمل سے بچ سکتی ہو اور کوئی دوسرا متبادل علاج موجود نہ ہو۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ جس کے جسم سے دل یا دوسرا ایسا عضو لیا جارہا ہو جس کے بغیر وہ طبی اصول کے مطابق زندہ نہ رہ سکتا ہو تو اس صورت میں ضروری ہے کہ مریض کی موت کا یقین حاصل کرلیا جائے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس بات کا یقین اور احتیاطی تدابیر کا علم حاصل کرلیا جائے کہ اعضاء کی پیوندکاری کا یہ عمل انسانوں کے قتل یا انسانی اعضاء کی تجارت اور کاروبار کا ذریعہ نہیں بنے گا۔

(۴) اور چوتھی شرط یہ ہے کہ میت کے وارثوں کی رضامندی حاصل کرلی گئی ہو'یا مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ میرے جسم کا فلاں عضو لے لیا جائے۔(مجلہ البحوث الاسلامیہ :ریاض بحوالہ تفہیم المسائل ۱۸۵/۳)

<u>دوسرے فقہی سیمینار کا فیصلہ:</u>

دوسرا فقہی سیمینار جامعہ ہمدرد نئی دہلی میں ۸ تا ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء بمطابق ۸ تا ۱۱ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ منعقد ہوا' جس میں ہندوستان کے بیشتر معروف وعلمی وتحقیقی مراکز بیرون ملک سے ستر (۷۰) سے زیادہ علماء ومحققین ارباب افتاء اور دانشور شریک ہوئے۔اس سیمینار میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ:

(۱) اسی طرح ایک انسان کے جسم کا ایک حصہ اسی انسان کے جسم میں بوقت حاجت استعمال کیا جانا جائز ہے۔

(۲) اعضاء انسانی کا فروخت کرنا حرام ہے۔

(۳) اگر کوئی مریض ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کا کوئی عضو اس طرح بیکار ہوکر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کا عضو' اس کے جسم میں پیوند نہ کیا جائے تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی۔اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کی کمی کو پورا نہیں کرسکتا اور ماہر قابل اعتماد اطباء کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوندکاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی' اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لئے فراہم ہے' تو ایسی ضرورت' مجبوری اور بے کسی کے عالم میں عضو انسانی کی پیوندکاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لئے مباح ہوگا۔

(۴) اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطباء کی رائے کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اگر اس کے دو گردوں میں سے ایک گردہ نکال لیا جائے تو بظاہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔اور وہ اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اس کا خراب گردہ اگر نہیں بدلا گیا تو بظاہر حال اس کی موت یقینی ہے اور اسکا کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو

ایسی حالت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ بلا قیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچالے۔

(۵) اگر کسی شخص نے ہدایت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء پیوندکاری کے لئے استعمال کئے جائیں' جسے عرف عام میں وصیت کہا جاتا ہے' ازروئے شرع اسے اصطلاحی طور پر وصیت نہیں کہا جاسکتا اور ایسی وصیت اور خواہش شرعاً قابل اعتبار نہیں۔

(نوٹ: مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب کو دفعہ ۴-۵ سے اتفاق نہیں ہے)

الجزائر کے علماء کا فتویٰ:

سعودی عرب کے علمی تحقیقاتی اور دعوت وارشاد کے اداروں کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن باز نے عالم اسلام کے مختلف علمی مراکز کو خطوط لکھے تھے جن میں انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے بارے میں انکی رائے طلب کی تھی۔ الجزائر کی تعلیم اور مذہبی امور کی وزارت نے اپنے ملک کی کمیٹی برائے افتاء کی جو رائے ارسال کی تھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: مسلمان ڈاکٹروں نے کمیٹی کے استفسار پر بتایا کہ کسی صحت مند شخص کا گردہ نکال کر اگر کسی مریض کو لگا دیا جائے جسکے گردوں نے کام چھوڑ دیا ہو اور اس کی زندگی شدید خطرے میں ہو تو اس کی زندگی بچ سکتی ہے اور گردے کا عطیہ دینے والا ایک گردے سے کافی مدت تک زندہ رہ سکتا ہے اور معمول کی زندگی گزار سکتا ہے اسی طرح دل اور آنکھ اگر میت کے جسم سے فوری طور پر نکال کر مریض کو لگا دیئے جائیں تو صحتیاب ہونے کی قوی امید ہوتی ہے، بشرطیکہ دل اور آنکھ کا قرنیہ امراض سے محفوظ ہو۔ ڈاکٹروں نے یہ بھی کہا ہے کہ پیوندکاری کے یہ عملیات اگر ڈاکٹری اصولوں کے مطابق کئے جائیں تو کامیاب ہوجاتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں مریضوں کو ان عملیات سے فائدہ پہنچتا ہے۔ کمیٹی نے اطباء کا بیان سننے اور علماء کیساتھ بحث ومباحثے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ زندہ انسان سے خون لیکر مریض کو دینے یا کوئی عضو (مثلاً گردہ) نکال کر مریض کو لگانے کیلئے ایک شرط تو یہ ہے کہ اس سے اس کی موت کا خطرہ بھی نہ ہو اور ضرر پہنچنے کا کوئی اندیشہ بھی نہ ہو اگر عطیہ دینے والے کی موت یا یا ضرر پہنچنے کا خطرہ ہو تو پھر یہ عمل جائز نہیں ہے' اور میت کا عضو لے کر پیوندکاری کرنا اسی وقت جائز ہے کہ ڈاکٹروں کو پورا یقین ہوجائے کہ موت واقع ہوگئی ہے اور جسم میں زندگی کا کوئی اثر باقی نہیں رہا اگر معمولی سا شک بھی ہو کہ مریض ابھی زندہ ہے تو اسکا کوئی عضو لینا جائز نہیں ہے۔ اسلئے کہ ایسی صورت حال میں جسم کو چاک کرنا قتل عمد کے مترادف ہے۔ (تفہیم المسائل ۳/۱۸۳)

مفتی نظام الدین اعظمی کا فتویٰ: ہاں اگر اضطراری صورت میں ایسی ہوجائے کہ احشاء جسم (اندرون جسم) میں مثلاً گردہ' پھیپھڑا' جگر' دل وغیرہ میں سے کوئی اس درجہ خراب ہوجائے کہ اس کو نکال کر اس کی جگہ دوسرا لگانا ضروری ہوجائے اور ماہر معالجوں کے نزدیک جانبری کے لئے اور زندگی بچانے کیلئے اس عمل کے بغیر چارہ نہ رہے' بلکہ یہی عمل متعین ہوجائے اور صحت وابقاء زندگی کا گمان غالب حاصل رہے' تو اس اضطراری حالت میں جان باقی رکھنے کے لئے اس عمل کے بقدر اضطرار گنجائش ہوسکے گی۔ (نظام الفتاویٰ ۱/۳۸۶) (جاری ہے)

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم کی جلسہ دستار بندی وتقریب ختم بخاری شریف: مورخہ ۳۱ رجولائی ۲۰۰۸ء کو دارالعلوم حقانیہ میں تقریب ختم بخاری شریف اور جلسہ دستار بندی کا غیر اعلانیہ اجتماع منعقد۔ دارالعلوم کی سابقہ روایات سے ہٹ کر اس بار بھی امن وامان کی بگڑتی صورتحال کے پیش نظر ختم بخاری کی یہ تقریب انتہائی اختصار اور مخفی طور پر منعقد ہوئی۔ کیونکہ ملکی اور عالمی حالات کے پیش نظر دارالعلوم کے اس شاندار اجتماع کو خطرات لاحق تھے۔ انہی حفاظتی تدابیر کے طور پر آخری روز تک کسی کو بھی اس تقریب کی اطلاع نہیں دی گئی لیکن پھر بھی پہونچنے والے ہزاروں کی تعداد میں پہونچ گئے۔ اس موقع پر دارالعلوم اور ایوان شریعت ہال کے اردگرد طلباء کرام کے حفاظتی ڈیوٹیاں لگائی گئیں تھیں۔ اس موقع پر تقریباً تیرہ سو (۱۳۰۰) کے لگ بھگ درس نظامی کے فضلاء متخصصین اور حفاظ کرام کی دستار بندی ہوئی۔ جس میں فضلاء دارالعلوم کی تعداد بارہ سوتھی۔ تقریب کا آغاز صبح دس بجے ہوا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پر سیر حاصل خطاب فرماتے ہوئے فضلاء کو اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کیلئے تیار رہنے کی تلقین کی اور آنے والے خطرات کی نشاندہی کی۔ اور نہایت ہی مفید نصیحت آموز تفصیلی خطاب بھی فرمایا۔ (جو اگلے شمارہ میں انشاء اللہ شامل ہوگا) اس کے بعد دارالعلوم کے نائب مہتمم استاذ حدیث حضرت مولانا حافظ انوارالحق صاحب مدظلہ نے حاضرین اور معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کے رقت آمیز دعائیہ کلمات پر اس تقریب کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر طلباء اور علماء نے حضرت مولانا مدظلہ کی دعا پر دھاڑیں مار مار کر اپنے جذبات کا اظہار کیا اور خداوند تعالیٰ سے دینی مدارس کی حفاظت اور ملک پاکستان وعالم اسلام کی سلامتی کیلئے دعائیں کیں۔

دارالعلوم کے سالانہ امتحانات کا انعقاد: ۲۶ رجولائی بروز ہفتہ ۲۰۰۸ء کو دارالعلوم کے تمام درجات کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے۔ بحمد اللہ امتحانات بخیر وخوبی حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ اور اساتذہ کرام کی نگرانی میں اختتام پذیر ہوئے پھر دستار بندی وتقریب ختم بخاری شریف کے بعد بروز ہفتہ ۲ راگست ۲۰۰۸ء وفاق المدارس کے زیر انتظام تمام وفاقی درجات کے امتحانات شروع ہوئے اور اسکے ساتھ ہی دارالعلوم کی سالانہ ڈھائی مہینے کی تعطیلات بھی شروع ہوئیں۔

دارالعلوم کے نئے احاطہ امام بخاریؒ کا سنگ بنیاد: ۲۳ رجولائی بروز بدھ ۲۰۰۸ء کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ایک نئے ہاسٹل احاطہ امام بخاریؒ کا سنگ بنیاد حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے رکھا۔ اس احاطہ کو امیر المومنین

فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل البخاری سے منسوب کیا گیا ہے۔اس موقع پر دار العلوم کے نائب مہتمم اور دیگر اساتذہ کرام بھی موجود تھے۔اس موقع پر تبرکاً حفاظ کرام نے ختم قرآن کا اہتمام بھی کیا۔یہ نیا دار الاقامہ انشاءاللہ ۴ منزلہ عمارت پر مشتمل ہوگا۔ان شاء اللہ اس عمارت کے بننے کے بعد دار العلوم میں طلباء کے لئے مزید نئی جگہیں میسر ہو جائیں گی۔جس کی ان دنوں دار العلوم میں طلباء کی تعداد کی وجہ سے شدید کمی ہے۔اس عمارت کی تعمیر کے سلسلے میں قارئین الحق اور دار العلوم کے مخلصین سے تعاون کی بھی اپیل ہے۔

<u>ملک کے مدارس دینیہ کے اختتامی تقریبات اور اساتذہ دار العلوم کی مصروفیات:</u> رجب اور شعبان میں ملک بھر میں دینی مدارس کے اختتامی تقریبات' ختم بخاری' دستار بندی اور تقسیم اسناد کے شکل میں ہوتی ہیں' ان تقریبات میں دار العلوم کے اساتذہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ' مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدظلہ' مولانا انوار الحق مدظلہ' مولانا مغفور اللہ مدظلہ اور دیگر حضرات مہمان خصوصی کے طور پر شریک ہوئے اور اس سلسلہ میں دور دراز کے اسفار کئے' اس طرح پورے ملک میں دار العلوم کی بھر پور نمائندگی ہوتی رہی۔

<u>جمعیت علماء اسلام کی صوبائی مجلس عاملہ کا اجلاس:</u> ۳۰ رجولائی کو جمعیت علماء اسلام کی صوبائی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔جس میں مہمان خصوصی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ تھے اور اجلاس کی صدارت، جناب حافظ حسین احمد صاحب مردان نے کی۔صوبائی امیر مولانا قاضی عبد اللطیف صاحب مدظلہ بوجہ علالت شریک نہ ہو سکے' ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی گئی۔قارئین سے بھی ان کی صحت و عافیت کی دعا کی درخواست ہے۔اجلاس میں ملک اور خصوصاً سرحد اور قبائلی علاقوں میں پیدا شدہ تشویشناک صورتحال پر غور و خوص کیا گیا۔

<u>حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا سفر جنوبی ویت نام' آذربائیجان' ترکی:</u> حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ گزشتہ دنوں سینٹ کی خارجہ کمیٹی کے معزز ارکین کے ہمراہ جنوبی ویت نام' آذربائیجان اور ترکی وغیرہ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔دس روزہ دورہ میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان ممالک کے سربراہان ملک' وزراء اعظم' پارلیمنٹ کے اسپیکروں اور چیئرمینوں اور پارلیمانی کمیٹیوں میں عالم اسلام کو درپیش صورتحال' اسلام کے خلاف غلط پروپیگنڈہ اور دہشت گردی کے الزامات بالخصوص مدارس دینیہ کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بھر پور دفاع کیا۔(اس دورہ کی مختصر رپورٹ ان شاء اللہ اگلے شمارہ میں شامل کی جائے گی)

<u>دار العلوم میں دانشوروں اور صحافیوں کی آمد:</u> یکم اگست ۲۰۰۸ء بروز جمعہ ہالینڈ کے ایک ریسرچ سکالر جناب ہیری اور دیگر حضرات دار العلوم تشریف لائے اور انہوں نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے پاکستان اور عالم اسلام کی موجودہ صورتحال پر تفصیلی انٹرویو لیا۔اس طرح گزشتہ ہفتہ روس کے معروف سرکاری ٹی وی چینل کی ٹیم نے بھی حضرت مولانا مدظلہ سے تفصیلی ڈیڑھ گھنٹہ انٹرویو ریکارڈ کیا۔اور دار العلوم کے مختلف اساتذہ اور طلباء سے انٹرویوز بھی لئے۔

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال ۳۰-۱۴۲۹ھ ۰۹-۲۰۰۸ء کے داخلوں کا شیڈول

درس نظامی

درجات	ایام	تاریخ
تمام درجات کے قدیم طلباء (اعدادیہ تا دورہ حدیث)	پیر	۱۳ ر اکتوبر ۲۰۰۸ء ۱۱ شوال
" " "	منگل	۱۴ ر اکتوبر ۲۰۰۸ء ۱۲ شوال
جدید دورہ حدیث	بدھ	۱۵ راکتوبر ۲۰۰۸ء ۱۳ شوال
دورہ حدیث، اعدادیہ، متوسطہ، اولی	جمعرات	۱۶ ر اکتوبر ۲۰۰۸ء ۱۴ شوال
تعطیل	جمعہ	۱۷ ر اکتوبر ۲۰۰۸ء ۱۵ شوال
ثالثہ۔ ثانیہ۔ دورہ حدیث	ہفتہ	۱۸ راکتوبر ۲۰۰۸ء ۱۶ شوال
موقوف علیہ۔ دورہ حدیث	اتوار	۱۹ ر اکتوبر ۲۰۰۸ء ۱۷ شوال
دورہ حدیث۔ تکمیل۔ سادسہ	پیر	۲۰ راکتوبر ۲۰۰۸ء ۱۸ شوال
دورہ حدیث۔ خامسہ	منگل	۲۱ ر اکتوبر ۲۰۰۸ء ۱۹ شوال
دورہ حدیث / رابعہ	بدھ	۲۲ راکتوبر ۲۰۰۸ء **افتتاح** ۲۲ شوال

شعبہ حفظ

درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ رمضان سے ۱۰ شوال تک دفتر اہتمام میں جمع کی جائیں گی۔ حفظ کے خواہشمند طلباء ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ کیلئے ۱۴۔۱۵ راکتوبر بروز ہفتہ، اتوار صبح 9:00 کو دارالعلوم حقانیہ بلائیں گے۔ صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔ عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔ دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء و تخصص فی الحدیث

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتا و تخصص فی الحدیث کیلئے درخواستیں ۱۳، تا ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۸ وصول کی جائیں گی۔ امتحانی ٹیسٹ ۱۸ راکتوبر بروز اتوار ۱۶ رشوال صبح 10 بجے ہوگا۔ جن میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور وفاق کے امتحان میں کم از کم جید جدا حیثیت حاصل کرنے والوں کو ترجیح دی جائیگی۔ نیز اردو، عربی زبانوں پر بھی مکمل عبور حاصل ہو۔

نوٹ : ۱ (۱) تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ 2 سال ہوگا۔

نوٹ : ۲ امسال درجہ اعدادیہ سے لیکر بشمول درجہ سادسہ اسباق اردو میں بھی پڑھائے جائیں گے۔ لہذا اردو زبان سمجھنے والے طلباء کرام داخلہ لے سکتے ہیں۔ درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لینگے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہو۔

نوٹ : ۳ حسب سابق دارالعلوم حقانیہ کے کتب میں داخل شدہ طلباء میں جو طلباء قراءۃ والتجوید میں داخلہ لیں گے، مقررہ اوقات میں قراءۃ و تجوید پڑھایا جائے گا اور آخر میں کامیاب طلباء کو سند دی جائے گی۔

(دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز ان شاء اللہ ۲۲ راکتوبر ۲۰۰۸ء بروز بدھ ہوگا)

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ   مؤلف: ڈاکٹر محمد حبیب اللہ قاضی چترالی

ضخامت: ۸۲۴ صفحات قیمت درج نہیں ناشر: زمزم پبلشرز کراچی، شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

قرآن کریم اللہ جل شانہ کی آخری کتاب ہے، کیونکہ یہ آسمانی آفاقی کتاب حضور خاتم النبیین ﷺ پر نازل کی گئی۔ چونکہ آپؐ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں اس لئے آپ پر نازل شدہ کتاب بھی آخری کتاب ہے، علامہ فرماتے ہیں۔

آں کتاب زندہ قرآن حکیم   حکمت او لایزال است وقدیم

نوع انساں را پیام آخریں   حامل او رحمۃ للعالمین

نزول قرآن سے لے کر آج تک اس کتاب عظیم کی مختلف زاویوں سے جو خدمت کی گئی ہے، اس کی مثال سے دنیا کی تاریخ عاجز ہے، اور ان شاء اللہ اس کتابِ زندہ کی خدمت کا سلسلہ تا صبح قیامت جاری وساری رہے گا۔

زیر تبصرہ کتاب ''برصغیر میں قرآن فہمی کا ایک تنقیدی جائزہ'' اسی سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی ہے جس میں مؤلف جناب ڈاکٹر قاضی محمد حبیب اللہ چترالی زید مجدہ نے برصغیر میں مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے مفسرین کی تفاسیر کا تحقیقی انداز میں تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ یہ کتاب درحقیقت وہ مقالہ ہے جو کہ پی ایچ ڈی کے لئے بطور موضوع آپ کو سپرد کیا گیا تھا، آپ نے یہ زریں مقالہ سینکڑوں مستند کتب موثوق مصادر ومراجع کی روشنی میں پورے بسط اور تفصیل کے ساتھ شستہ وشگفتہ اردو زبان میں زیب قرطاس فرمایا ہے، گو کہ مقالہ موضوع ''برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ'' سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ یہ جائزہ صرف برصغیر میں لکھی گئی تفاسیر پر محیط ہوگا، لیکن ایسا نہیں بلکہ مولف موصوف نے خیر القرون سے لے کر آج تک کے اکثر وبیشتر مفسرین کے مناہج پر سیر حاصل تبصرے کئے ہیں، اہل السنہ والجماعۃ اور فرق باطلہ کی تفاسیر پر پوری عرقریزی سے کلام کیا ہے، جس کی وجہ سے مؤلف مدہا داد وتحسین کے مستحق اور لائق ہیں۔

مؤلف کی محنت اور کوشش وعرقریزی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کتاب کے آخر میں آپ نے جن مراجع مصادر اور مآخذ کی نشاندہی کی ہے اور جن کی مدد سے یہ بہترین مقالہ اور زرین کتاب منصۂ شہود پر آئی ہے ان مراجع کی تعداد ۶۰۰ چھ سو سے متجاوز ہے۔

بلاشبہ علوم القرآن اور قرآنیات کے متعلق یہ انتہائی معلومات افزاء اور مفید کتاب ہے' علم تفسیر میں اس کتاب سے استفادہ ایک مفسر کے لئے ناگزیر ہے' قرآنی علوم سے شغف رکھنے والوں کیلئے یہ کتاب ایک گنجینہ بے بہا ہے' ہم پرزور سفارش کرتے ہیں کہ یہ کتاب تمام سرکاری وغیر سرکاری لائبریوں کی بیش قیمت زینت بن جائے۔

کتاب: سبدگل (خاکے) مؤلف: محمد عبدالمغیث شاکر علیمی

ضخامت: ۲۶۴ صفحات قیمت: درج نہیں ناشر: رہبر پبلشرز اردو بازار کراچی

یہ ایک فطری بات ہے کہ انسان اپنے معاشرے ماحول اپنے مشاہیر معاصرین دوستوں اور اپنی سوسائٹی سے ضرور کچھ اثر لیتا ہے۔ اور بعض نقوش تو ایسے ہوتے ہیں کہ انسان اس کے اثر سے نکل نہیں سکتا' اردو ادب میں سیرت وسوانح حیات کے ساتھ خاکہ نویسی بھی ایک معروف ومشہور صنف ہے۔ اور مختلف مصنفین ادباء اور شعراء نے اسی صنف پر اپنے اپنے انداز میں طبع آزمائی کی ہے' آج وہ کتابیں بطور حوالہ پیش کی جارہی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب سبدگل مختلف شخصیات کے خاکوں پر مشتمل ہے' جس میں محترم ڈاکٹر محمد عبدالمقیت شاکر علیمی نے انتہائی خوبصورت ادبی رنگ اور موثر انداز میں مذکورہ شخصیات کے متعلق اپنے تاثرات اور احساسات پیش کئے ہیں۔ جن میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان صاحب قدس سرہٗ ۲۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

۳۔ مولانا سید محمد طلحہ حسنیؒ ۴۔ مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ ۵۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ

۶۔ مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ ۷۔ مؤلف کے والد گرامی مولانا محمد عبدالعلیم ندوی وغیرہم

سخن مختصر میں مؤلف کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے قدرت کی حسین تخلیق خوش رنگ وخوش نما پھولوں کو گلدان میں سجادیا ہے' قسم قسم کے پھول جدا جدا رنگ' خوشبو الگ الگ' لیکن طبیعت میں لطافت وپاکیزگی کا عنصر سب کا مشترکہ سرمایہ ہے۔

ان پاکیزہ نفوس کا نقش میرے دل ودماغ پر بہت گہرا ہے' کبھی ماند پڑنے کا سوال ہی نہیں' دعا کرتا ہوں کے قارئین کے قلب پر بھی ان کے حسن عمل اور کردار واخلاق کا ایسا اثر ہو کہ ان کی طبیعتوں میں انقلاب برپا ہوجائے۔ سیر وسوانح کا ذوق رکھنے والے حضرات کے لئے اور ان حضرات کے لئے جو کہ اپنے دل ودماغ کو ان قدسی صفات شخصیات کے رنگ میں ڈھلنے کے متمنی ہوں سبدگل کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

کیا آپ کو کسی اہم اسلامی، دینی اور اصلاحی موضوع سے متعلق مختلف کتابوں کی تلاش ہے؟

اگر ہے تو پڑھیے: **کُتب نُما**

تالیف: ابن الحسن عباسی

ترتیب

مولانا اختر علی — مولانا محمد نذیر

گزشتہ دہائی میں اسلامی موضوعات پر شائع ہونے والی ساڑھے پانچ سو سے زیادہ اہم کتابوں اور رسائل کا تعارف وتبصرہ!...... جو جامعہ فاروقیہ کراچی کے ترجمان ماہنامہ الفاروق اردو میں شائع ہوتا رہا...... جس میں مندرجہ ذیل تیرہ موضوعات سے متعلق نئی کتابوں اور جدید مطبوعات کا تعارف اوران کی خصوصیات کا ذکر آ گیا ہے۔

- ......قرآنیات (قرآن کریم کی تفسیر اور علوم قرآنیہ سے متعلق کتابوں کا تعارف)
- ......حدیث اور متعلقات حدیث، ادعیہ واذکار (دعاؤں اور وظائف سے متعلق کتابوں کا تعارف)
- ......اصلاحیات (اصلاح وتزکیہ اور دعوت وتبلیغ سے متعلق کتابوں کا تعارف)
- ......مکتوبات وملفوظات (بزرگوں کے خطوط اور ملفوظات سے متعلق کتابوں کا ذکر)
- ......سوانح وواقعات، خطبات وبیانات، رسائل ومجلّات، عقاید اور فرق باطلہ، فقہ اور فتاوی، درسیات (درسی اور نصابی کتابوں اوران کی شروح کا تعارف) اور متفرقات!
- ......ان میں سے ہر موضوع کی کتابوں کا حروف تہجی کی ترتیب سے تعارف
- ......حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب (مدیر الفاروق اردو) کے قلم سے اردو تبصرہ نگاری کی تاریخ کے تحقیقی جائزے پر مشتمل، ایک بصیرت افروز معلوماتی مقدمہ

جن قارئین کو ایک موضوع پر مختلف کتابوں کی تلاش رہتی ہے، ان کے لیے بہترین تحفہ اور آسان رہنما

رابطہ

ادارہ الفاروق کراچی فون: 021-4573865، 021-4599167

فیکس نمبر: 021-4571525

ای میل: info@farooqia.com

جامعہ فاروقیہ، پوسٹ بکس نمبر 1009، شاہ فیصل ٹاؤن، بلاک نمبر 4، کراچی، پوسٹ کوڈ نمبر 75230

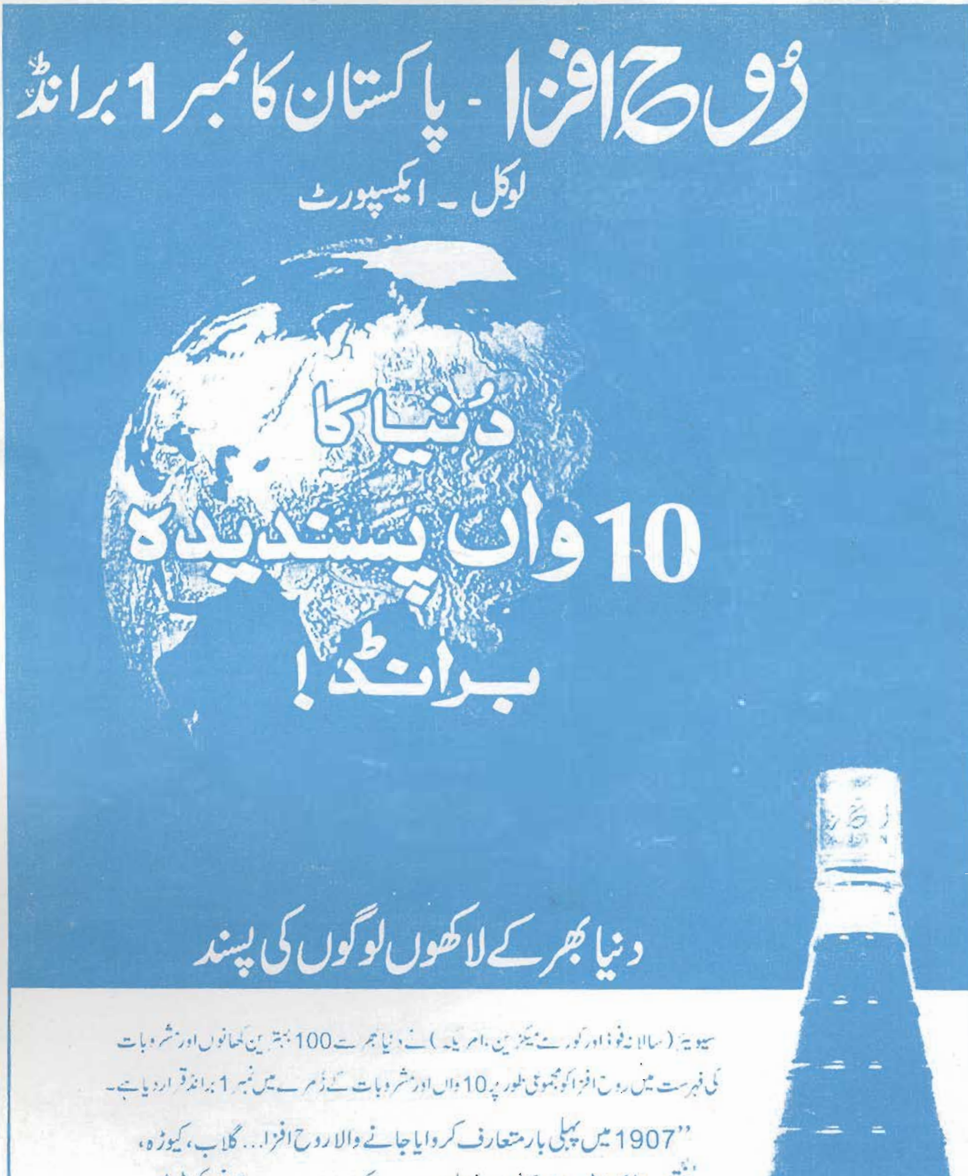
رُوح افزا - پاکستان کا نمبر 1 برانڈ
لوکل ۔ ایکسپورٹ
دُنیا کا
10 واں پسندیدہ
برانڈ!
دنیا بھر کے لاکھوں لوگوں کی پسند
سیویر (سالانہ فوڈ اور گورمے میگزین، امریکہ) نے دنیا بھر سے 100 بہترین کھانوں اور مشروبات
کی فہرست میں روح افزا کو مجموعی طور پر 10 واں اور مشروبات کے زمرے میں نمبر 1 برانڈ قرار دیا ہے۔
"1907 میں پہلی بار متعارف کروایا جانے والا روح افزا... گلاب، کیوڑہ،
منتخب جڑی بوٹیوں اور پھلوں و پھولوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ روح افزا کو ٹھنڈے
پانی میں ملائیے اور پیجیے تپتاتی گرمیوں میں نتیجہ... خوش ذائقہ اور فرحت بخش تازگی"
ماخذ: سیویر میگزین امریکہ (نمبر 99-2007)
SHARBAT ROOH AFZA
National Brands of the year Award
Export Brands of the year Award
ہمدرد
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001 2000 & ISO 22000 2005 CERTIFIED
Tel: (009221) 6616001-4, Email: hamdard@khi.paknet.com.pk, www.hamdard.com.pk
Blitz DDB

Regd No P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی ودینی ہمہ گیر خدمات سے بحمداللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 100-0001- 7

نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 17 - 5 مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 1120 - 6

Email: editor_alhaq@yahoo.com